یعنی

بحکم علیا حضرت   تاج ہند جی سی آئی

[illegible] فرمانروائے بھوپال ادامہا اللہ بالعز والاقبال

صاحب بی اے انڈر سکرٹری

فنانشل ڈپارٹمنٹ بھوپال نے انگریزی سے

اردو میں ترجمہ کیا

اور منشی   صاحب مہتمم باغات مفصلات ریاست نے مفید

حواشی اور ضروری تصریحات کا اضافہ کیا اور

یعنی

کا ترجمہ

(حصہ دوم)

جس کو

بحکم عُلیا حضرت تاج ہند جی، سی، آئی

ایس، آئی، وجی سی، آئی، ای۔ فرمانروائے بھوپال ادامہا اللہ بالعز والاقبال

صاحب بی اے انڈر سکرٹری

فنانشل ڈپارٹمنٹ بھوپال نے انگریزی سے

اُردو میں ترجمہ کیا

اور منشی صاحب مہتمم باغات مفصلات ریاست نے مفید

حواشی اور ضروری تصریحات کا اضافہ کیا اور

فہرست مضامین

ترکاریاں

جن ترکاریوں کی کاشت کا تذکرہ میں نے اس کتاب میں کیا ہے ان میں سے اکثر اسی ملک کی ہیں۔ جن کو صاحبان یورپین بھی کھاتے ہیں جن مقامات پر ولایتی ترکاریاں ملتی ہیں وہاں ان کی قدر نہیں کی جاتی۔ البتہ جہاں ولایتی ترکاریاں دستیاب نہیں ہو سکتی ہیں وہاں انھیں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ جن پودوں کو ہندوستانی بطور ترکاری کے کھاتے ہیں اگر ان کو بیان کیا جائے تو قریبًا تمام قسم کے گھاس پات باستثنار چند زہریلے پودوں کے سب آ جائیں گے۔ جن گھاس پات کو غربا کھاتے ہیں

ان کی نسبت یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ وہ سب وہی پودے ہوتے ہیں جو گملوں
میں لگائے جاتے ہیں۔

ابتدائی مراتب

جن ترکاریوں کے بیج چھٹکواں بوئے جاتے ہیں ان کے لئے جو
زمین یہاں کے مالی عموماً تیار کرتے ہیں وہ غالباً بہترین زمین ہوتی ہے۔
زمین کو چار چار فٹ چوڑی کیاریوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اور ہر کیاری کے
درمیان قدریاً چار انچ زمین بلند کرکے ہر طرف چورس اور ہموار کرکے
پٹریاں بنا دیتے ہیں۔ ترکاریوں کی نلائی کرنے اور ان میں پانی وغیرہ
دینے کے لئے بطور راستہ کے یہ پٹریاں کام دیتی ہیں۔ کیاریوں اور پٹریوں
کے بنانے میں پیمانہ اور رسی سے کام لینا چاہئے تاکہ پٹریاں نیچی اونچی نہ
ہو جائیں ورنہ خوبصورتی جاتی رہے گی۔ اگر زمین کی درستی اور کیاری و
پٹریوں کو باقاعدہ بنایا جائے تو ترکاریوں کا باغیچہ بھی مثل پھولوں کے خوشنما
معلوم ہوتا ہے۔

باغبانی کا مسلمہ اصول ہے کہ چند ہفتہ قبل تخم ریزی یا پودہ لگانے

نوٹ لہ تجربہ نے ترکاریوں کے لئے گوبر کی کھاد کو زیادہ مفید ثابت کیا ہے اور یہی

کی کیاریوں کو خوب گہرا کھود دیا جائے اور کنکر پتھر جو کچھ اس میں ہوں ان کو نکال لیا جائے۔ مٹی کے ڈلے توڑ دیے جائیں اور مناسب حال کھاد زائد مقدار میں ڈال کر زمین کو زرخیز کر دیا جائے۔ قبل تخم ریزی کے مٹی کو خوب باریک کر لینا چاہیئے، اور جہاں تک ممکن ہو کنکر پتھر اور ٹھیکریوں سے صاف کر دینا چاہیئے بیجوں کے جمنے کے لئے اگر خوب باریک چھنی ہوئی پتوں کی کھاد کی ایک تہ کیاریوں میں ہموار بچھا دی جائے تو زمین کی قوت بڑھ جاتی ہے۔

اگر زمین زیادہ خشک ہو، اور ڈھول دار ہو تو ہرگز تخم ریزی نہ کرنا چاہیئے کاہل اور سست مالیوں کی اگر نگرانی نہ کی جائے تو وہ زمین کو بلا درست کئے ہوئے تخم ریزی کر دیتے ہیں۔ تخم ریزی کے لئے زمین کا نم اور ملائم ہونا ضروریات سے ہے۔ اور اگر ایسی نہ ہو تو دو ایک روز پیشتر خوب پانی دیکر ملائم و نم کر لی جائے۔

تخم ریزی[۲] عموماً دو طریقوں پر کی جاتی ہے۔ تخم یا تو چھٹکواں یا کیاریوں

بقیہ نوٹ نمبر ۱۔ وجہ گوبر کی کھاد کو ہمیشہ دوسری کھادوں پر ترجیح دینے کی ہے ایسی حالت میں جبکہ ترکاریوں کی زمین کو زائد مقدار لگے ہوئے گوبر کی کھاد دیکر قوی کیا جاوے تو اسمیں پتی کی کھاد دینا تحصیل حاصل ہے البتہ پتی کی کھاد نازک پھلوار کے اوگانے میں زیادہ مفید ثابت ہوئی ہے علی ہذا پود کی تیاری کے لئے جو مٹی تیار کیجاتی ہے اسمیں بھی گوبر کی کھاد کو صاف و باریک کرکے ملا دیتے ہیں اور کبھی اس سے خلاف توقع نتیجہ نہیں ہوا

نوٹ نمبر ۲۔ تخم ریزی کے طریقے بھی دو ہیں جنکا ذکر مسٹر فرمنگر نے اپنی کتاب میں کیا ہے مگر تخم ریزی

میں قطاریں بنا کر بوئے جاتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک طریقہ سے تخم ریزی
کی جائے۔ دونوں طریقے اپنے اپنے طور پر مفید ہوتے ہیں لیکن چھینٹا والے
بونے میں آسانی تھی چونکہ یہ آسانی کی جا سکتی ہے اس لئے عموماً مالی اسی طریقہ
پر بوتے ہیں۔ چھینٹا وال بونے کی عمدہ ترکیب یہ ہے کہ بیج میں سوکھی بالو یا
خشک مٹی ملا دی جائے۔ اس میں نفع یہ ہے کہ تمام کیاریوں میں ہموار بیج
پڑتا ہے۔ اور کہیں کم و زیادہ نہیں ہوتا۔

بعض واقف کاران کی رائے ہے کہ تاوقتیکہ تخم سبز نہ ہو جائے ان پر ایک
سفید چادر پھیلا دی جائے۔ اور کوئی شبہ نہیں کہ اس ترکیب سے آفتاب کی
تمازت سے چادر مٹی کی نمی خشک ہونے نہیں پاتی۔

مسٹر سیم گرس نے [illegible] کی آبادی اور گرم ملک کے قابل زمین درست کرنے کی

بقیہ نوٹ نمبر ۲۔ کے وقت [illegible]
دقت تو کسی قدر زیادہ ہے مگر بیج کم صرف ہوتا ہے اور فائدہ مزید ہوتا ہے کہ تخم کے ضائع ہونے
کا اندیشہ جاتا رہتا ہے۔ اور پودے زبردست اور قد آور پیدا ہوتے ہیں اور کیاریاں جن میں بوئی
جاتی ہیں چاروں کونوں سے بھری ہوتی ہیں بلکہ ہر جگہ ان میں خالی نہیں رہتی ہے۔

تخم ریزی شدہ کیاریوں پر چادر پھیلا دینے سے صرف نمی ہی قائم نہیں رہتی بلکہ عمل کیمیائی
موثر بہ نمو ہوتا ہے یعنی چادر کے چھپا دینے سے سرد ہوا رکتی ہے۔ کیاریوں میں ایک حرارت
پیدا ہو کر بیج کو اچھی طرح سے اوگا دینے میں مدد دیتی ہے۔

تدابیر ان کے بیانوں میں موقع موقع سے بتائی جاوے گی۔

کمبہ نمبر ۳ (گگرمتّا)

ہندوستان کے مختلف حصص میں کمبہ خودرو اور بکثرت ہوتا ہے، ان کے

نوٹ نمبر ۳ - سنٹرل انڈیا میں بارش سے قبل جابجا درختوں کی جڑوں میلے و مرطوب مقامات اور دیواروں کی بنیادوں میں خودرو کمبہ اوگتا ہے کمبہ کو ترقی دینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ایک فٹ بلند اور تین فیٹ لانبے واسی قدر چوڑے لکڑی کے بکس حسب نمونہ مندرجہ بنوا کر ان کی تلی میں سوراخ کرکے دو یا تین انچ معمولی کوڑی کے برابر ایک تہ اینٹ کے روڑوں کی اور دوسری تہ چار انچ لید و باریک مٹّا لی کی اور تیسری تہ تین انچ مٹی ملی ہوئی کھاد کی بچھا کے اور خوب دبا کر ہموار کر دیا جاوے کہ کوئی تہ ڈھیلی نہ رہے تب بکسوں کو کسی تاریک مقام کے پختہ زمین پر جہاں سیلن خاطر خواہ ہو رکھدیں اور وقتاً فوقتاً بقدرِ ضرورت فوارہ سے پانی دیتے رہیں تاکہ بکسوں میں رطوبت قایم رہے تقریباً
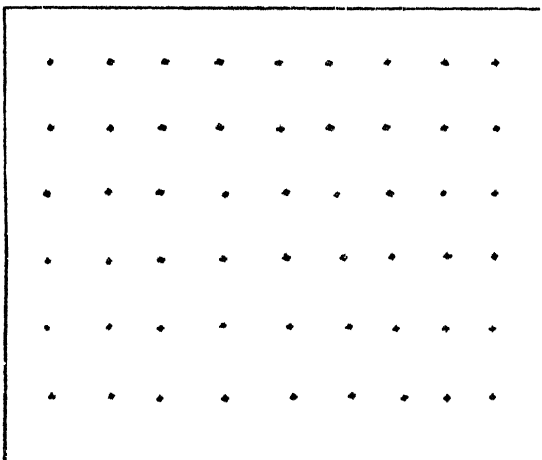
حاصل کرنے میں کاشت وغیرہ کرنے کی تکلیف گوارا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف جمع کرنے کی تکلیف کرنی ہوتی ہے۔ لیکن اسکا امتیاز کرنا بہت مشکل ہے کہ کس قسم کا کھانے کے مصرف کا ہوتا ہے اور کس قسم کا زہریلہ ہوتا ہے اس لئے تاوقتیکہ پورے طور پر امتیاز زہریلہ وغیر زہریلہ کی نہ ہو جائے اُس وقت تک ان میں ہاتھ لگانا ٹھیک نہیں ہے۔ مسٹر ڈی پی لینڈ صاحب کمبہ کی کاشت کا طریقہ حسب ذیل بتاتے ہیں۔ ایک غیر آباد بنگلہ کے فرش پر ایک مرتبہ میں نے پندرہ فیٹ طول اور تین فیٹ چوڑائی میں قریباً تین انچ

بقیہ نوٹ نمبر ۳۔ دو تین ہفتہ میں بکسوں میں کمبہ اوگ آویگا۔ پانی اتنا زیادہ نہ دیا جاوے کہ جس سے کھاد میں ایک قسم کی سڑن پیدا ہو کر تعفن پھیلے اور نتیجہ کچھ نہ مرتب ہو۔

کمبہ کی چھتریاں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک سفید مگر باریک دوسری دبیز چھلکے دار اور چھلکوں کی رنگت کتھی ہوتی ہے آخر والا بہتر ہوتا ہے۔ میں نے اس طریقہ کو بغرض تجربہ بموجب ہدایت مسٹر ڈبلیو ڈبلیو جانسٹن منصوری ایکمرتبہ اختیار کیا اور بکس تیار کر کے عیش باغ کی باولی کے حصہ زیریں میں جہاں بحد رطوبت اور تاریکی ہوتی ہے اور اُسکی زمین بھی پختہ ہے رکھے تھے اُسوقت کمبہ کے اوگانے میں بہت خاطر خواہ کامیابی ہوئی تھی۔ اور اتفاق سے وہی قسم نکلی تھی جسکا رنگ کتھی تھا

اس جگہ کمبہ کو کگرمتا کہتے ہیں عموماً یہاں کے باشندے اس سے واقف ہوں یا نہ ہوں مگر اسکو کھاتے نہیں ہیں بلکہ برا تصور کرتے ہیں اس سے زیادہ مجھے اسکا تجربہ نہیں ہے۔

موٹی اینٹ کی تہ پھیلا دی۔ بعد ازاں اس پر گھوڑے کی سالم لید بچھا دی، اور پھر تین تہ پتوں کی خوب بوسیدہ کھاد ڈالی۔ ہر ایک تہ تین تین انچ موٹی تھی تہ اس طریقہ پر ڈالی تھی کہ ایک تہ لید کی اور پھر اسکے اوپر کھاد کی تہ، بعد ازاں پھر لید کی تہ اور اسی طرح ایک کے بعد دوسری تہ ڈالی گئی تھی۔ لید کو کسی قدر خشک ہونا چاہیئے۔ اور قبل پتوں کی بوسیدہ کھاد ڈالنے کے دبا دینا چاہیئے وقتاً فوقتاً اس کی کیاری کی آبپاشی کرتے رہنا چاہیئے اور میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ دو تین ماہ کے اندر اندر کمبہ کی ایک اچھی فصل تیار ہو جائے گی۔ دو قسم کے کمبہ اُگیں گے ایک تو وہ جس کی چھتری بھوری ہوگی، اور دوسرے جو بہت باریک اور بڑے ہوتے ہیں۔ ان کی چھتری بہت صاف سفید ہوگی۔ دونوں میں چھتری کے نیچے کے حصہ کا رنگ خفیف گلابی مائل ہوتا ہے۔

مسٹر آر جے بیبل صاحب ہندوستان کے معمولی کمبہ کی کیفیت یہ بیان فرماتے ہیں کہ۔ قابل استعمال کمبہ چھوٹے میں مضبوط اور ٹھوس ہوتا ہے زمین سے اوگتے ہیں تو ان کی چھتری بند ہوتی ہے۔ اور قریب ابھرے ہوئے بٹن کی طرح کے ہوتے ہیں۔ لیکن ایک یا دو روز کے بعد چھتری کی طرح کھل جاتے ہیں۔ اور اُن کی چھتریوں کا اندرونی حصہ کا رنگ ہلکا گلابی ہوتا ہے اور جوں جوں بڑھتا ہے اسکا رنگ بھورا سرخی مائل ہو جاتا ہے۔ اور

جب اس میں داسے پڑ جاتے ہیں تو اس کا رنگ قریب قریب سیاہ ہو جاتا ہے۔ اوپر کی جانب سفید چھلکا ہوتا ہے۔ اور کنارے سے اکھاڑا جائے تو بہ آسانی کھنچ آتا ہے۔

جس کمبہ میں خفیف خوشگوار بو نہ ہو خواہ اور بحافظ سے مطابق اس تفصیل مذکورۂ بالا کے ہو، لیکن اس کو ہرگز نہ کھانا چاہیئے۔ یہ کئی قسم کا ہوتا ہے اور ان سب کی چھتریوں کے اندر کا رنگ مثل کھانے کے قابل کمبہ کے ہوتا ہے۔ لیکن ان کے تنے بجائے مضبوط ہونے کے کمزور ہوتے ہیں۔ اور چھلکا زیادہ پتلا و نازک ہوتا ہے اگر سہواً پکائے جائیں تو فوراً سخت ہو جاتے اور رنگ زرد ہو جاتا ہے۔ اس لئے ایسے کمبہ کو ہرگز نہ کھانا چاہیئے۔

مسٹر شینیل صاحب یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ کمبہ صرف عمارات ہی میں اوگتے ہوں بلکہ میں نے کھلے ہوئی کیاریوں میں بھی بہ کثرت کاشت کر کے پیدا کئے ہیں۔ جن کیاریوں میں ان کی کاشت کیجائے ان کو نمی کی زیادتی سے بچانا ضرور ہے۔ ان کے طریقہ کاشت کے اصول میں کچھ فرق نہیں ہے۔ کچھ دنوں کی رکھی ہوئی لید کی تہ ایک فٹ موٹی، کیاری میں بچھاتے ہیں۔ بعد ازاں اسکے اوپر ایک پتلی تہ مٹی کی ڈالتے ہیں اسکے اوپر گھوڑے۔ بیل۔ بھیڑی کے گوبر کی مرکب کھاد۔ پورانہ چونہ۔ اور دیوار کی لکڑی کا برادہ بچھاتے ہیں۔ اور ان سب کے اوپر مٹی کی تہ رکھتے

ہیں۔ پاؤں سے یا کسی دوسری چیز سے خوب کچل دیتے ہیں۔ دن میں اور
بارش کے موسم میں کسی چیز سے کیاری کو چھپا دیتے ہیں۔ اور شب میں جب
بارش وغیرہ نہ ہوتی ہو تو کیاریوں کو کھلا رکھتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ قریباً
دو ماہ کے عرصہ میں چند کمزور اور نقلی کمبہ اوگ آئیں گے۔ روزانہ خفیف
سیرابی کر دی جائے اور صاف موسم میں کھلی کیاریوں میں رکھے جائیں
تو چند دنوں کے بعد عمدہ قسم کے کمبہ اوگ آئینگے۔ وہ صاحب فرماتی ہیں
کہ جب تم کمبہ کو توڑو تو اُن کی جڑوں کو گزند نہ پہنچاؤ۔ بلکہ اوپر سے احتیاط کے
ساتھ ان کو کاٹ لو کیونکہ جڑوں کے قریب دو تین اور چھوٹے چھوٹے ٹونٹے
کمبہ کے مثل آلو کے ہوتے ہیں۔ اگر ان کو چھیڑا نہ جائے تو لگاتار کمبہ کی فصل
تیار ہوتی رہتی ہے۔

لیڈی سینٹ جان صاحب نے بنگلور کی ریزیڈنسی کی غلام گردش
کے معمولی گودام میں کامیابی کے ساتھ کمبہ کی کاشت کی تھی۔ اُنھوں نے
گھوڑے کی لید کی چار فیٹ گہری تہ ڈال کر گرم کیاری بنائی تھی۔ اور اُسکے
علاوہ اوپر کی تہ جو معمولی مٹی کی تھی چار انچھ ہوتی تھی۔

مارل (ایک قسم کا کمبہ)

مثل کمبہ کے ایک قسم کا خودرو پودا ہوتا ہے، کھانے کے کام میں لایا

جاتا ہے۔ کشمیر میں بکثرت ہوتا ہے۔ یورپ میں بہت مشہور ہے۔ ڈاکٹر ہنڈرسن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ پور اور دیگر اضلاع جہاں کی مٹی میں شورہ زیادہ ہوتا ہے وہاں بارش ہو جانے پر اگست ستمبر میں بہت اگتا ہے۔ مسٹر بیلی صاحب فرماتے ہیں کہ لاہور میں بہ کثرت ہوتا ہے۔

مسٹر بارکلی صاحب فرماتے ہیں کہ جرمنی میں اسکی کاشت زیادہ ہوتی ہے۔ اور جلی ہوئی جگہ میں اُگنا بہت پسند کرتا ہے۔ کمبہ ہندوستان میں وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں سردی زیادہ پڑتی ہے۔

انگریزی ٹرفل

جب تک کہ مسٹر ایم اگیٹے راشو صاحب نے تجربہ نہیں کیا تھا اُس وقت تک یہ خیال کیا گیا تھا کہ ٹرفل کو کاشت کر کے پیدا کرنا باغبان کے اختیار سے باہر ہے۔ امید نہیں ہے کہ اس ملک میں کاشت کر کے یہ ترکاری پیدا کی جا سکے البتہ جن مقامات میں خودرو ہوتا ہے وہاں تلاش کرنے پر دستیاب ہو سکتا ہے۔ اسکی کئی قسمیں کہی جاتی ہیں۔ لیکن ابتک یہ دریافت نہ ہو سکا کہ اسکی کوئی قسم ہندوستان میں بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ کرنل الفنٹن صاحب کی رائے ہے کہ واوئے کانگڑہ میں جو خودرو پودا ہوتا ہے وہ اصل میں ٹرفل ہے۔ اور

لکھتے ہیں کہ اس کی جڑیں نہیں ہوتیں صرف ٹھونٹھ ہی ٹھونٹھ ہوتا ہے اور چھلکا موٹا ہوتا ہے۔ اگر چھلکا اتار کر کاٹا جائے تو اندر سے مثل اصلی ٹرفل کے دانہ دار دکھائی دیتا ہے۔ چند انچ زمین کے اندر رہتا ہے۔ اور چند جو بڑے ہو جاتے ہیں وہ زمین کے اوپر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ قریب قریب مٹی کے رنگ کا زردی مائل مثل آلو کے ہوتا ہے۔ کانگڑا کا ٹرفل وہاں ہوتا ہے جہاں چیڑ کا درخت پیدا ہوتا ہے اور ایسے مقامات میں بہ کثرت اوگتا ہے۔ کرنل انفسٹن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ پکانے پر نہایت لذیذ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ جنوبی ہندوستان میں اسے کوئی نہیں جانتا۔

مکا

خام اور ملائم مکا کے بیجوں کو اکثر لوگ پکا کر زیادہ رغبت سے کھاتے ہیں۔ اول دودھ میں جوش دے کر بھون لیا جاتا ہے اور مکھن کے ساتھ نمک مرچ ملا کر کھایا جاتا ہے۔

اسکا اصلی وطن "مکزی کو" ہے۔ اور اگرچہ ہندوستان میں بہ کثرت پیدا ہوتا ہے اور یہاں کی آب و ہوا سے مانوس ہو گیا ہے لیکن اس کے دانے چھوٹے ہو گئے ہیں۔ اس کی پیداوار ویسی عمدہ نہیں ہوتی جیسے کہ ان بیجوں کی ہوتی ہے۔ جن کو اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی سالانہ براہِ راست امریکہ سے

منگائی ہے۔

کوہی مقامات پر بھی عموماً بارش کے شروع زمانہ میں اس کی تخم ریزی کیجاتی ہے ایک ایک فٹ کے فاصلہ پر قطاریں بنا کر آٹھ آٹھ انچ کی دوری سے بیجوں کو بوتے ہیں۔ اس کی کاشت میں کسی خاص امتیاز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگست ستمبر تک اسکے بیج کھانے کے قابل تیار ہو جاتے ہیں۔ اس ملک میں اسکے دانوں میں جلد تنزل ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مختلف قسم کے دانوں کی مکا ہوتی ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ وقتاً فوقتاً امریکہ کے بیج منگا کر بوئے جائیں۔ ملک جارجیہ کی سفید مکا کھانے کے لئے زیادہ عمدہ ہوتی ہے۔ گائے۔ بیل۔ بھیڑی اور طیور کے لئے کوئنس لینڈ کی مکا عمدہ خیال کی جاتی ہے۔ اور مکا انسانوں کے کھانے کے لایق نہیں شمار کیجاتی ہے اگرچہ بعض اوقات بجائے مٹر کے اسٹو اور سوپ میں استعمال کی جاتی ہے جتنے اقسام کی مکا ملک غیر سے یہاں آتی ہے ان میں سب سے عمدہ ارلی جائنلٹ سویٹ کارن سمجھی جاتی ہے۔

گھیاں

یہ ہندوستان کی ترکاری ہے اس کی گھٹان دیکھنے میں بیت المقدس

کے ایرٹیچوک کی سی ہوتی ہیں پکانے کی ترکیب یہ ہے۔
چھیل کر گھی میں تل لیجائے۔ بنگال میں یورپین لوگ اسے رغبت کے ساتھ اس لئے نہیں کھاتے کہ وہاں ہمیشہ آلو ملا کرتا ہے۔ لیکن ممالک متحدہ جہاں جولائی اگست ستمبر میں دستیاب نہیں ہوتا وہاں بجائے آلو کے لوگ اسی کو کھاتے ہیں۔ اس کا مزہ مثل سالسی فائی کے مزے کے قریب قریب ہوتا ہے۔

ولایتی ہاتی چک جس ترکیب سے بویا جاتا ہے بجنسہ اسی ترکیب سے یہ بھی بوئی جاتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی گھیاں اس کام کے لئے لگائی جاتی ہیں اور آخر مئی میں ان کو بو دیا جاتا ہے۔ پہلے زمین کو خوب جوت کر اور مٹی باریک کر کے کھاد ڈالنی چاہیئے۔ بعد ازاں چودہ انچ کے فاصلہ پر نالیاں بنا کر جن کی گہرائی پانچ پانچ انچ ہو صحیح سالم گھیاں یا ایسی پھانکیں جن میں ایک ایک دو آنکھیں ہوں چودہ چودہ انچ کے فاصلے سے بوئی جائیں۔ اور اوپر سے مٹی چڑھا دی جائے قریبًا ہر چوتھے دن آبپاشی کرنے کی ضرورت ہو گی۔ اکثر نہروں کے کناروں اور دل دل زمینوں میں خودرو بھی پائی جاتی ہے اسکے ملایم پتے کھائے جاتے ہیں۔ اور اس ملک کے لوگ خیال کرتے ہیں کہ گھیوں میں غذائیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ کوہی مقامات پر اس کی کاشت نہیں ہوتی۔

پیاز

یورپ میں کئی قسم کی پیاز ہوتی ہے۔ لیکن اسپین کی پیاز کا استعمال زیادہ ہے۔ ہندوستان کے لئے غالباً اس ٹراس برگ اور ڈوپٹ فورڈ کی پیاز زیادہ مشہور ہے اور ان کی گرہیں بڑی ہوتی ہیں۔

اسکے تخم زیادہ عرصہ تک درست حالت میں نہیں رہتے۔ عموماً ایک سال کے بعد خراب ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ جو بیج اس ملک میں دیگر ممالک سے آتے ہیں وہ ایک سال سے زائد کے پرانے ہوتے ہیں۔ اس لئے بونے کے بعد اگر ٹھیک طور پر نہ جمیں تو تعجب نہ ہونا چاہیئے۔

عمدہ بیج حاصل کرنے کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ شروع جاڑہ میں عمدہ سے عمدہ پوٹیاں جو بازاروں میں دستیاب ہو سکیں چھانٹ لی جائیں۔ اور ایک ایک فٹ کے فاصلہ سے ان کو کیاریوں میں نصب کر دیا جائے۔ وہ بڑھ کر درخت اور موسم گرما کے شروع ہوتے ہوتے ان میں بیج بکثرت تیار ہو جائے گا۔ اور آئندہ موسم سرما میں بونے کے لئے ان بیجوں کو بوتلوں میں بھر کر خوب محفوظ کاگ لگا کر رکھدینا چاہیئے۔

میدانی علاقوں میں وسط اکتوبر، اور کوہی علاقوں میں مارچ میں پیاز کی تخم ریزی کی جاتی ہے۔ اسکے بیج چھٹکواں یا دس دس انچ کے فاصلہ سے

قطاریں بنا کر بوئی جاتی ہیں۔ اس لئے ہلکی زمین زیادہ موزوں ہوتی ہے اور
خوب پورانی کھاد دے کر زمین کو طاقتور بنا لینا چاہیئے۔ بعدازاں اچھی طرح ہموار
کر کے اسقدر آبپاشی کر دی جائے کہ تخم ریزی کے وقت مٹی نم رہے۔ جب
پودے کچھ اُنچے ہو جائیں تو انھیں اس طرح سے چھانٹ دیا جائے۔ کہ ہر ایک
پودے کی باہمی دوری قریباً چھ چھ انچ کی رہ جائے۔ چھانٹے ہوئے پودوں
کو خالی جگہہ یا کسی اور جگہہ ضرورت ہو تو لگا سکتے ہیں۔

اگر تخم ریزی کے لئے دیگر ممالک سے بھی منگایا گیا ہے تو ایسے بیجوں کے
بونے کی عمدہ ترکیب یہ ہے کہ ان کو بڑی بڑی مٹی کے سوراخ دار طشتریوں
میں بویا جائے اور پودے تین تین چار چار انچ کے اُنچے ہو جائیں تو انہیں اکھاڑ کر
باقاعدہ کھُلی کیاریوں میں لگا دیا جائے۔ انہیں زیادہ گہرا نصب کرنا غیر
مناسب ہو گا۔ وقتاً فوقتاً خوب آبپاشی کرتے رہنا زیادہ مفید ہوتا ہے۔ گرمی
کا موسم شروع ہوتے وقت جب پوٹیاں اپنی پوری ضخامت کو پہنچ جائیں
اُس وقت اگر ان کے پتے مرجھانے کے آثار ظاہر نہ کریں۔ تو انہیں زمین کی
جانب جھکا دیا جائے۔ تاکہ جلد خشک ہو کر ضائع ہو جائیں۔ جب ان کے ڈنٹھل
مرجھا جائیں تو پیاز کی پوٹیوں کو کھود لیا جائے۔ اور دو تین دن متواتر دھوپ میں
پھیلا کر خشک کر لیا جائے۔ ورنہ نمی کے باعث سیاہی مائل بدرنگ ہو جاتی
ہیں۔ اور جب خوب خشک ہو جائیں تو استعمال کے لیئے جمع کر لی جائیں۔

کلکتہ کے قرب وجوار میں پیاز کی کاشت میں بہت زیادہ کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ لیکن بالائی صوبہ جات میں بآسانی اچھی فصلیں پیدا کی جاتی ہیں ولایت کے تخم فروش اور پودفروش کے کارخانوں کی فہرستوں میں عمدہ قسم کی پیاز کے نمونہ جات دیکھنے میں آتے ہیں۔ سُرخ پیاز بہت زیادہ تیز ہوتی ہے۔ احاطہ مدراس اور میسور میں "بلاری" کی پیاز کی کاشت زیادہ کیجاتی ہے۔ آسٹریلیا اور امریکہ کی پیاز بہ نسبت انگریزی اور اسپین کی پیاز کے گرم ملکوں میں کاشت کے لئے زیادہ موزوں ہوتی ہے۔

بنگلور اور جنوبی ہندوستان میں جو لوگ تجارت کی غرض سے پیاز کی کاشت کرتے ہیں وہ بجائے چھٹکواں یا قطاروں میں بونے کی پود لگاکر کاشت کرتے ہیں۔ لیکن تاوقتیکہ پورے طور پر تیار نہ ہو جائے معقول آبپاشی کرتے رہنا چاہئے زیادہ بوسیدہ اور پرانی کھاد اس کے لئے زیادہ موزوں ہوتی ہے۔ کبوتر اور دیگر طیور کی بیٹ کی کھاد بھی دی جاتی ہے۔ پیاز کے لئے زمین کو خوب۔ کمائی ہوئی ہونا چاہیئے اور آلو۔ مولی۔ کرس۔ کرم کلا وغیرہ کی فصل تیار ہونے کے بعد اسکی کاشت کی جاتی ہے۔

لیک "یعنی ولایتی پیاز"

"موسل برگ" اور لندن کی پیاز بہت نفیس سمجھی جاتی ہے۔ اس پیاز کی پوٹیاں نہیں ہوتیں۔ اس کی کاشت صرف اس کے موٹے اور گدازبنے کے لئے کی جاتی ہے۔ اور اس کے نیچے کا تنہ نہایت لذیذ ہوتا ہے۔ اور مکھن کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ پیاز میں جو ایک قسم کی بو ہوتی ہے وہ اس میں بالکل نہیں ہوتی۔ چونکہ سی کیل کے بہت مشابہ ہوتی ہے اس لئے اسکی

نوٹ نمبر ۴۔ لیک ایک قسم کی پیاز ہے جس میں گرہ موٹی نہیں ہوتی ہے صرف اس کا ڈنٹھل چار انچ لانبا سفید ڈیڑھ انچ کے قریب موٹا ہوتا ہے اس کو قرینہ پر لگا کے مٹی چڑھا دیتے ہیں تاکہ ڈنٹھل موٹا ہو درحقیقت اس میں بو کم ہوتی ہے۔ لیکن یہاں کسی نے اسکو پسند نہیں کیا۔ اس لئے کبھی اس کی کاشت نہیں کی گئی۔ یہاں کی زمین اسکے موافق ہے اچھی سڑی ہوئی گوبر کی کھاد جس میں قدرے ریت ملی ہوئی ہو اسکے لئے بیحد مفید ہے میں نے ایک مرتبہ اس کا تخم کلکتہ سے منگوا کر بویا تھا جب وہ نہ اوگا تو مکرر منگوا کر اس طرح سے بویا کہ چھ فیٹ کے لانبے اور تین فیٹ کے چوڑے قطعہ زمین پر ایک کیاری کو خوب گہرا کھود کر کنکر و پتھر سے صاف کیا اور اس میں پتی کی کھاد ریت ملی ہوئی ڈالکر لیک کا بیج بویا تھا جب وہ اگا اور چار چار انچ بلند پود ہوگئی تو اسے قرینہ پر لگا دیا نہایت اچھی طرح اسنے ترقی کی۔

قایم مقام سمجھی جاتی ہے۔

میدانی علاقوں میں بارش کے بعد اور کوہی علاقوں میں ماہ مارچ میں اس کی تخم ریزی کرنا چاہئیے۔ چونکہ پودہ لگا کر اس کی کاشت میں زیادہ کامیابی ہوتی ہے اس لئے ہلکی زمین میں اور قدرے کھاد دیکر بیجوں کو چھینکواں اور برابر بونا چاہیئے پودے جب سات آٹھ۔ انچ کے اونچے ہو جائیں تو جس زمین میں اُگے ہوئے ہوں اُسے خوب پانی دے کر ملایم کرلیا جاوے تاکہ اُکھاڑنے میں جڑوں کو گزند نہ پہنچے۔ کیاری میں خوب کھاد دے کر ایک ایک فٹ کے فاصلہ پر سوراخ وار قطاریں بنائی جائیں۔ سوراخوں کے درمیان بقدر چھ انچ فاصلہ رکھا جائے۔ اور ہر ایک سوراخ کی گہرائی قریبًا چار انچ کر رکھی جاے ہر ایک سوراخ میں ایک ایک پودہ گاڑ دیا جائے اور بعد ازاں قدرے مٹی چڑہادی جائے جب تمام پودے نصب ہو جائیں تو خوب پانی دیدینا چاہیے جب پودہ کسی قدر تناور ہو جائے اُس وقت ان کی جڑوں پر ایک انچ مٹی اور چڑہادی جائے۔ پودوں کے بڑہنے اور پھیلنے کے لئے ان کی زیادہ آبپاشی کی ضرورت ہوگی بعض واقف کاران کا قول ہے کہ اگر ان کے پتوں کے سروں کو وقتاً فوقتاً تراش دیا جائے تو ان کی جڑیں موٹی ہو جاتی ہیں۔ اعتدال کے ساتھ اگر مٹی میں قدرے شورہ ملا دیا جائے تو زیادہ مفید ہوگا۔

لہسن

ہندوستان کے مختلف حصص میں لہسن کی کاشت بہ کثرت ہوتی ہے اور اسی قدر ارزاں فروخت ہوتا ہے کہ باغات میں اس کی کاشت کے لئے تکلیف گوارہ کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔ لہسن کی ایک پوٹی میں کئی ایک چھوٹے چھوٹے جوے ہوتے ہیں اسکے بونے کی ترکیب یہ ہے کہ کیاریوں میں قریباً سات سات انچ کے فاصلہ پر دو دو تین تین انچ گہری نالیاں بنادی جاتی ہیں۔ ان نالیوں میں پانچ پانچ چھ چھ انچ کے فاصلہ سے ایک ایک جوا لہسن کا بو دیا جاتا ہے۔ موسم گرما کے شروع میں اسکی فصل تیار ہو جاتی ہے اور پوٹیوں کو دہوپ میں اچھی طرح خشک کرلینا ضروری ہے ورنہ خراب ہو جاتی ہے۔

چیوز

یہ ایک قسم کی ترکاری ہوتی ہے جو ہندوستان کے باغات میں شاذونادر پائی جاتی ہے۔ اس کی کاشت بھی بہت کم کی جاتی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ لوگ اس سے واقف بھی نہیں ہیں۔ اسکے پتے کھائے جاتے ہیں۔ اکتوبر

کے مہینہ میں جڑوں کے ذریعہ سے اس کی کاشت ہوتی ہے۔

گندینہ ہندوستان میں بالعموم مرغوب مصالحہ نہیں ہے۔ مثل پیاز کے اس کی چھوٹی پوٹیوں کی ترکاری کھائی جاتی ہے۔ میدانی علاقوں میں اسکی کاشت اکتوبر میں اور پہاڑی علاقوں میں مارچ میں کیجاتی ہے۔ عموماً اس کی پوٹیاں چھ چھ انچ کے فاصلہ پر لگائی جاتی ہیں۔ موسم گرما کے شروع میں اس کی فصل تیار ہوجاتی ہے۔ چنانچہ اسکو اکھاڑ کر دو ایک دن دھوپ میں خشک کر کے آئندہ استعمال کے لئے رکھ دینا چاہئے۔

مرچوبہ ۵

ہندوستان کا مرچوبہ اس قدر لذیذ نہیں ہوتا جس قدر کہ یورپ کا مرچوبہ ہوتا ہے ایک خاص صفت اس کی یہ ہے کہ جب تمام ولایتی ترکاریوں کی فصل ختم ہوجاتی ہے تو اسکی فصل کا آغاز ہوتا ہے۔

نوٹ نمبر ۵۔ اسپرگس ۱۸۹۰ء میں ایکمرتبہ اسکی کاشت تجربہ اور ضرورت کے لحاظ سے کی گئی

اگست یا اسکے بعد ہی جب ممکن ہو اس کی تخم ریزی کیاریوں میں چھٹکواں کرنا چاہیے۔ اس کی کاشت کے لئے زمین ہلکی طاقتور اور ایسی انتخاب کرنا چاہیے کہ جس میں ریت کا جز وضرور ہو کیونکہ اگر زمین سخت ہوئی تو اس کی نازک جڑوں کو اکھاڑنے کے وقت گزند پہنچے گا۔ اور وہ ٹوٹ جائے گی جس کے سبب درخت کی بالیدگی رک جائے گی۔ بارش ختم ہوتے ہوتے اسکے پودے قریباً دس دس انچ اونچے ہو جاتے ہیں۔

بقیہ نوٹ نمبر ۵۔ تھی کرنیل وارڈ صاحب بہادر سابق وزیر ریاست بھوپال کو اس کا بہت شوق تھا ان کے ارشاد کے موافق باغیچہ لال کوٹھی میں اس کی کاشت کا انتظام حسب ذیل طریقہ پر کیا گیا تھا۔

بیس فیٹ مربع کا ایک قطعہ زمین تین فیٹ گہرا کھود کر کنکر و پتھر سے صاف کیا گیا اور اس میں گوبر کی کھاد مٹی اور ڈولپیسر ہی شورہ سائیدہ ملا کے بھر دیا اور نالیاں بنا کے اسپرگس کی پود جو پہلے سے تیار کی گئی تھی تین تین فیٹ کے فاصلہ پر لگائی گئی اور آبپاشی اور گوڈائی کی شدید نگرانی کی گئی تاہم تیاری پر اندازہ کرنے سے کامیابی نہیں پائی گئی تب عیش باغ میں جہاں کی مٹی سیاہ ہے اسپرگس کی کاشت کی گئی اور زمین کو تین فیٹ گہرا کھود کر۔ گوبر اور پتی کی کھاد اور قدرے ریت ملا کر اوس ڈالی گئی یہاں اسپرگس کے درخت بہت چوڑے چوڑے چار فیٹ تک بلند ہوئے تھے اس قطعہ زمین پر جس نالی سے پانی دیا جاتا تھا اس میں گھوڑے کی لید ڈال دی گئی تھی جو دھل دھل کر کیاریوں میں پہنچتی تھی اس

کیاریوں میں پودہ لگانے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ جو زمین اس کام کے لئے منتخب کی گئی ہوائس میں ڈیڑہ ڈیڑہ فٹ کے فاصلہ سے ایک فٹ چوڑی اور دو یا تین فیٹ تک گہرے گڈہے کھودے جائیں - خوب بوسیدہ گوبر

بقیہ نوٹ نمبر ۵ - رقیق کھادنے شورہ کا کام دیا تھا - اس طریقہ سے تیار کیا ہوا اسپرگس بہت نرم اور شیریں سمجھا گیا تھا - اس کی سفید سفید کلوں میں کوئی خاص ذائقہ نہیں ہوتا ہے اس لئے ہندوستانی اسکو استعمال نہیں کرتے اسپرگس کی کیاریوں میں بارش کا پانی نہیں ٹھہرنا چاہئے اور وقتاً فوقتاً اس کو قلم کردینا چاہئے تاکہ جدید کلے اطراف درخت سے پیدا ہوں اور کام آتے رہیں بعد بارش اُس قطعہ زمین کو جسپر اسپرگس بویا ہوا اطراف درخت سے گہرا کھود کر باریک کھاد دیکر زمین سے چھ انچ اونچا درخت کو تراش دیا جاوے اور بقدر ضرورت اس کی آبپاشی مسلسل ہوتی رہے تاکہ اُسکی زمین میں معمولی تری قایم رہے جو ضروری اور اسکے لئے مفید ہے اس عمل سے بکثرت شاخیں گول گول درخت کی جڑ کے پاس سے زمین کے اوپر اُگتی ہیں اُن کی جڑوں کے قریب چھ چھ انچ اُنچی مٹی چڑہانے سے جس قدر کہ حصہ اس کا مٹی اور زمین میں پوشیدہ رہتا ہے وہ سفید ہوتا ہے جو مٹی سے اوپر آکر بلندی حاصل کرتا ہے وہ سبز اور شاخدار ہوجاتا ہے اسکے باریک پتوں کو جو خوشنما ہوتے ہیں اکثر گلدانوں میں مختلف پھولوں کے ساتھ ملا کر لگاتے ہیں اسپرگس کی ایک قسم اب بھی باغِ حیات افزا کے چمنوں اور کونڈوں میں موجود ہے جسکے پتوں کو گلدانوں کے کام میں لاتے ہیں - ہر دو تجربات مذکورہ بالا سے ظاہر ہوگیا ہے کہ اسپرگس کے لئے

کی کھاد اور پتوں کی کھاد ہم وزن لے کر اور خفیف مقدار میں شورہ ملا کر اس مرکب کھاد کی دس انچ کی موٹی تہ گڈھوں میں بچھا دیں۔ ان گڈھوں میں پودا اسطرح لگا دی جائیں کہ جڑیں مثل پنکھے کے اچھی طرح پھیلی رہیں۔ اور نصب کرنے میں احتیاط رکھی جائے کہ جڑیں ٹوٹنے نہ پائیں اور ان میں پانی دیدیا جائے اور آئندہ ہمیشہ ان کی سیرابی ہوتی رہنا چاہیئے۔ تاکہ زمین خشک نہ ہونے پائے۔

جوں جوں پودے بڑھتے جائیں طاقتور کھاد تھوڑی تھوڑی جڑوں میں دیتے رہیں۔ اپریل کے آخر یا مئی کے شروع میں پودوں میں پھول آجاتے ہیں۔ اگرچہ بعض لوگ اس کو ضروری خیال نہیں کرتے۔ لیکن بیج پیدا ہونے سے پہلے اگر پھولوں کو توڑ لیا جائے تو درخت زیادہ طاقتور ہوجاتے ہیں۔ اسی کے ساتھ احتیاط ہونا چاہیئے کہ پتوں کا ایک جزو بھی نہ توڑا جائے۔ بلکہ حتی الامکان خوب بڑھنے کا ان کو موقع دیا جائے۔ بارش شروع ہوجانے پر پھر کسی مزید توجہ کی ضرورت پودوں کی طرف نہ ہوگی

نوٹ بقیہ نمبر ۵۔ گہری اور نرم زمین اور رطوبت مناسب کو قایم رکھنا ضروری ہے اسکا درخت موسم گرما میں نمو زیادہ حاصل کرتا ہے۔ بشرطیکہ متواتر آبپاشی کیجاتی ہو موسم سرما میں جبکہ اچھی طرح نشو و نما حاصل کر رہا ہو نمک یا شورہ کا ہلکا پانی بنا کر مہینہ میں ایک یا دو مرتبہ اسکی جڑوں میں دیا جاوے تو مفید ہے اسقدر تفصیل طریقہ کاشت کی باغبان اور کاشتکار کے لئے کافی ہے اسپرگس کے اور بہت سے اقسام ہیں جو گرین ہاؤس میں بغرض آرایش و نمایش لگائے جاتے ہیں اور سفید موصلی بھی اسکی ایک قسم ہے

اِس موسم میں ان میں نئی کونپلیں نکلیں گی جنہیں کاٹ کر بطور ترکاری استعمال
کیا جا سکتا ہے۔ لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ ان کو چھیڑا نہ جائے۔ اور رہنے
دیا جائے کہ بڑھ کر شاخیں ہو جائیں۔ اور ایک سال بعد تک ان میں ہاتھ
نہ لگایا جائے۔ جاڑے موسم میں اِن کے پتے بالکل مُرجھا جاتے ہیں۔
اور مارچ تک پودے حالتِ سکون میں رہتے ہیں۔ بعد ازاں ان میں
بھی کونپلیں و کلّوں کے پھوٹنے کی علامات ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ اِس
زمانہ میں ان پودوں سے ترکاری حاصل کرنے کی تیاری کرنا چاہیے۔
ان کے چاروں طرف کی مٹی جڑوں تک کھود کر نکال لی جائے۔ اور خوب
طاقتور کھاد جڑوں میں دیدی جائے بعد ازاں معقول سیرابی روزانہ کرتے
رہیں۔ قریباً دو ہفتہ کے اندر اندر نئے کلے پھوٹ آئیں گے۔ اور پودے
سرسبز و شاداب ہو جائینگے۔ اور کھانے کے لئے نئی کونپلیں کاٹی جاسکتی ہیں
لوگوں کا قول ہے کہ مرچوبہ کی کیاریاں تین چار سال میں بیکار ہو جاتی
ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اِس کا انحصار ان کی غور و پرداخت پر ہوتا ہے
اگر بالیدگی کے ابتدائی زمانہ میں ان کو طاقتور کھاد دیدی گئی ہے اور بعد ازاں
بطریق معمول ان کی آبپاشی ہوتی رہی ہے اور کھانے کے لئے بیدردی کے
ساتھ کاٹے نہیں گئے ہیں تو امید ہے کہ سالہا سال تک ان سے تازہ اور
لذیذ ترکاری حاصل کی جاسکتی ہے۔

نگہداشت کا طریقہ جو اوپر بیان کیا گیا ہے وہی کوہستانی مقامات کے کے لئے بھی موزوں ومناسب ہے۔ صرف فرق اس قدر ہے کہ پہاڑی علاقوں میں مارچ کے مہینے میں تخم ریزی کرنا چاہئے۔ جنوبی ہندوستان میں متوسط اونچے مقامات پر مرچوبہ عمدہ پیدا نہیں ہوتا۔ بلند مقامات مثلاً اوٹک منڈ کا مرچوبہ کسی قدر بہتر ہوتا ہے۔ شمالی ہندوستان جہاں سردی زیادہ پڑتی ہے وہاں کی سرزمین اسکی کاشت کے لئے بدرجہ اولی موزوں ہوتی ہے۔

ولایتی مرچوبہ

مٹی چڑہا کر سفید کی ہوئی کونپلوں کا "ڈہانکہ" میں مربہ اور چٹنی مثل ادرک کے بناتے ہیں۔ جنوبی ہندوستان میں دواؤں اور آرائش کے کام میں لایا جاتا ہے

یام یعنی "رتالو"

ڈاکٹر راکس برگ صاحب فرماتے ہیں کہ یام (رتالو) سات قسم کا ہوتا ہے۔ اور اُن میں سے تین چار قسم کا کھایا جاتا ہے۔ اور علاوہ اسکے جن مقامات

نوٹ نمبر ۶۔ رتالو ایک ترکاری ہے اس کی شکل مثل لانبے آلو یا موٹی کانٹہ ڈہلیہ کی سی

آلو تمام سال بکثرت ملا کرتے ہیں وہاں اس کی کاشت بہت کم کی جاتی ہے۔

رتالو کی کاشت اپریل میں کرنا چاہیئے۔ زمین کی درستی کی ترکیب یہ ہے کہ اول زمین کو خوب کھود لیا جائے بعد ازاں اُس میں خوب بوسیدہ پورانی کھاد اس قدر ملا دی جائے کہ مٹی ہلکی اور ملایم ہو جائے تاکہ جڑوں کو پھیلنے کا خوب موقع ملے۔ اسکے پودے بلیدار ہوتے ہیں اگر کوئی درخت نزدیک ہو تو اُس پر چڑھ کر خوب پھیلتے ہیں۔ یا بانس کی جافری کی ٹیکوں پر چڑہا دیئے جائیں دسمبر تک کھودنے کے لایق فصل تیار ہو جاتی ہے۔

میرا خیال ہے کہ ہندوستانی باورچی اسکے پکانے کے طریقہ سے واقف ہوتے ہیں جڑوں کو اول اُبال لیا جاتا ہے۔ بعد ازاں نصف گھنٹہ یا کچھ زاید دیر تک لکڑی کی گرم راکھ میں ان کو دبا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ جو کچھ نمی اس میں ہوتی ہے وہ اس طرح دبا دینے سے جذب ہو جاتی ہے اور کھانے

بقیہ نوٹ نمبر ۶۔ ہوتی ہے بلکہ شکر قند سے زیادہ مشابہ ہے اسکی بہت قسمیں ہیں بمقابلہ آلو کے اس میں کسیقدر ریک یا اکلاہٹ ہوتی ہی جسکے کھانے سے موہنہ میں خشکی کے باعث کانٹے کا معلوم ہوتے ہیں جسکو ابال کر یا گرم راکھ میں دبا کے کم کرتے ہیں اگر اسکی قلموں سے افزایش کیجاوے تو بآسانی ہوتی ہے اسکی کاشت تمام تر شکر قند کی طرح کیجا سکتی ہے اس ترکاری سے عموماً پیشہ ور لوگ واقف ہیں لیکن یہاں یہ ترکاری کم ہوتی ہے اور بہت کم لوگ کھاتے ہیں۔

کے قابل ملائم اور خوش ذائقہ ہو جاتا ہے۔ ایک قسم کا رتالو جسے چینی آلو بھی کہتے ہیں اس کی کاشت کرنے کا طریقہ مسٹر ماٹنگمنی صاحب فرانس کے قونسل نے شنگائی سے بھیجا ہے۔ اس کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اور گمان غالب ہے کہ دیگر اقسام کے رتالو جو اس ملک میں پیدا ہوتے ہیں یکساں مفید ہوگا۔

بہت چھوٹی جڑیں بونے کے لئے علیحدہ کر لی جاتی ہیں۔ موسم بہار میں کیاری کو خوب درست کر کے نزدیک نزدیک قطاروں میں ان کو نصب کر دیا جاتا ہے۔ ان جڑوں سے تھوڑے عرصہ کے بعد پودے نکل آتے ہیں۔ اور بیلیں پھیلنے لگتی ہیں۔ جب بیلیں یا تنہ چھ فیٹ لانبے ہو جائیں تو کھیت میں اونچی قطاریں بنا کر ہر قطار کے ساتھ ایک پتلی نالی تیار کر لی جائے۔ ان نالیوں میں قلموں کو اوکھ کے طرح بو دیا جائے۔ اور اوپر سے خفیف مٹی ان پر چڑھا دی جائے صرف پتیاں کھلی رہیں۔ اگر بارش کا موسم ہے تو قلمیں بہت جلد لگ جائیں گی اگر موسم خشک ہو تو تاوقتیکہ جڑیں نہ پھوٹ آئیں پانی خوب دیتے رہنا چاہیئے پندرہ بیس دن میں جڑیں نکلنا شروع ہو جاتی ہیں۔ جڑ کے پاس کے نئے پتوں اور بیلوں کی فضول شاخوں کو نوچتے رہنا چاہیئے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو تیلے زائد ہوں گے۔

مسٹر جے ہنڈرسن صاحب ساکن ساوتھ ڈیون اس کی کاشت کے لئے ذیل کا طریقہ مفید اور کارآمد بتلاتے ہیں۔

اہل چین جس طریقہ سے اس کی کاشت کرتے ہیں وہ طریقہ بہت آسان
اور سہل ہے۔ کیاریوں میں اول قطاریں بنائی جاتی ہیں۔ اور تین تین فیٹ
کی دوری سے چھوٹی چھوٹی جڑیں یا قلمیں کاٹ کر لگا دی جاتی ہیں۔ جب
پودے کسی قدر زوردار ہو جاتے ہیں اور بیلیں اونچی ہو جاتی ہیں اور پھیلنے لگتی ہیں تو
اُن کی گانٹھوں کو موقع پر اس طرح دبا دیتے ہیں کہ نصف مٹی میں آ جاتی
ہے اور کچھ عرصہ کے بعد ان میں جڑیں پھوٹ آتی ہیں۔ اور رتالو پیدا ہونے
شروع ہو جاتے ہیں گو یہ بہت موٹے اور وزن دار نہیں ہوتے مگر افراط سے
ہوتے ہیں۔ اہل چین اس کی کاشت اسی طریقہ سے کرتے ہیں۔ لیکن بڑے
اور وزنی رتالو اگر پیدا کرنے ہوں تو چھوٹے چھوٹے ٹونٹوں یا قلموں کو اونچی
قطاروں میں ایک ایک فٹ کی دوری سے گاڑ دیا جائے اور آخر موسم بہار
تک ان کو چھیڑا نہ جائے۔ بلکہ خوب بڑھنے دیا جائے۔ جب پتے کاٹ
لئے جائیں یا خشک ہو جائیں یا کسی قدر خشک ہو چلیں تو توڑ کر جانوروں کو
کھلا دیئے جائیں۔ اس طریقہ سے ایک ایک رتالو ایک ایک پونڈ وزنی
ہوتا ہے۔ اور بعض اس سے بھی زائد وزنی ہوتے ہیں۔

پہاڑی مقامات پر اس کی کاشت نہیں کی جاتی۔

ادرک

ہندوستانی اور جمیکہ کی ادرک میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ دونوں کی قسم ایک ہی ہے۔ لیکن دونوں ملکوں کے طریقۂ کاشت کی وجہ سے ان کی گانٹھوں اور مزہ وغیرہ میں کچھ فرق ہو جاتا ہے۔

پہاڑی اور میدانی دونوں علاقوں میں اس کی کاشت مئی کے آخر میں کیجاتی ہے اسکے لئے جہانتک ہو سکے ایسی زمین انتخاب کی جائے کہ جس میں بالو کا جزو زیادہ ہو۔ چکنی مٹی میں ادرک اچھی نہیں ہوتی بارش شروع ہونے کے قبل ہلکی طاقتور مٹی میں اسکی کاشت کرنا چاہئے۔ ایک ایک فٹ کے فاصلہ سے دو دو تین تین انچ گہری نالیاں بنائی جائیں ان نالیوں میں سے جو مٹی برآمد ہو وہ ان نالیوں ہی کے دونوں جانب ڈالتے چلے جائیں اسکے بعد نالیوں میں کسی قدر کھاد آمیز مٹی کی تہ بچھا کر ادرک کی گانٹھیں ایک ایک فٹ کے فاصلہ پر دبا دی جائیں اور اوپر سے مٹی ڈال دی جائے۔ جب پودے پھوٹ کر کسی قدر بلند ہو جائیں تو نالی کے دونوں جانب سے کسی قدر مٹی پودوں کی جڑوں میں دیدیں۔ اور بارش شروع نہ ہوئی ہو تو خوب پانی دیتے رہیں۔ جنوری تک گانٹھیں پختہ ہو کر کھودنے کے لائق ہو جائیں گی۔

جب پختہ ہو جائیں تو ان کو کھود لیا جائے۔ اور پانی سے دھو کر آئندہ استعمال کے لئے جمع کر لی جائیں۔ چونکہ یہ کوئی گراں چیز نہیں سب بازاروں میں ارزاں بکتی ہے۔ اس لئے روزمرہ کے معمولی استعمال کی غرض سے باغات میں اس کے بونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر چٹنی یا مربہ بنانا ہو تو مخصوص اس غرض کے لئے اس کی کاشت کرنے میں مضائقہ نہیں ہے گانٹھیں جس وقت تیار ہوں اُس وقت ان کو کھود لینا چاہئے جس قدر زیادہ ملایم اور کم دنوں کی ہوں گی۔ اسی قدر زیادہ اچھا ہے، ادرک کے درخت جب پانچ چھ انچہ اونچے ہو جاتے ہیں تو ان کی گانٹھیں اکھاڑنے کے لایق خوب ملایم اور نازک رہتی ہیں۔

ادرک کا مربہ بنانے کی ترکیب ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

گانٹھوں کو اوبال کر ٹھنڈے پانی میں دھو ڈالو، اور چھلکا چھڑا لو۔ تین چار روز میں یہ سب کرنے کے بعد ایک پونڈ شکر میں ایک بوتل پانی ڈال کر شربت بنا لو، اور دو انڈوں کی سفیدی اس میں ڈال کر آہستہ آہستہ پھینٹو، بعد ازاں اس شربت کو جوش دو۔ اور جو کچھ میل اوپر آئے اس کو اتارتے جاؤ، جب بالکل "ٹھنڈا" ہو جائے تو ادرک ڈال دو۔ اور ڈھانک کر دو تین روز تک رکھا رہنے دو، بعد ازاں سب ادرک کو نکال لو، اور شربت کو پھر جوش مثل سابق دے کر جب ٹھنڈا ہو جائے تو پھر اسی ادرک کو ڈال دو اور تین

چار روز تک رکھا رہنے کے بعد تیسری مرتبہ اسی طرح ادرک نکال کر شربت کو جوش دو، اور اس مرتبہ گرم ہی میں ادرک ڈال دو، اسی طرح کرتے رہو تا وقتیکہ شربت ادرک کے اندر پورے طور پر سرایت نہ کر جائے اور اس کا اندازہ کاٹ کر دیکھنے اور چکھنے سے ہو جائے گا کہ اندر تک قوام جذب ہوا ہے یا نہیں۔ اگر شروع ہی میں گرم قوام میں ادرک ڈال دی جائیگی تو قوام جم جائے گا۔

مالابار اور کناڈا میں اس کی کاشت زیادہ ہوتی ہے۔ عموماً گانٹھوں کی جڑیں بوئی جاتی ہیں ایسی گانٹھیں دو آنہ فی پونڈ کے حساب سے ملتی ہیں۔

ہلدی

ہندوستانی اس کا استعمال مصالحہ میں زیادہ کرتے ہیں۔ اور یہ کوئی گراں قیمت چیز نہیں ہے۔ بازاروں میں ارزاں ملتی ہے۔ اور چونکہ عام طور پر کھیتوں میں پیدا ہو سکتی ہے اس لئے باغات میں کاشت کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

اس کا طریقہ کاشت وہی ہے جو ادرک اور اراروٹ کا ہوتا ہے کیاریوں میں قطاریں بنا کر اس کی گانٹھ ایک ایک فٹ یا زائد فاصلہ سے گاڑ دی جاتی

ہیں پودے جب آٹھ انچ اونچے ہو جائیں تو ان پر مٹی چڑھا دینا چاہیئے اور بعد ازاں پھر کسی احتیاط وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ اور جاڑہ کے موسم میں کھودنے کے قابل اس کی فصل تیار ہو جاتی ہے۔

دامن کوہ کے علاقوں میں اس کی کاشت ہوتی ہے۔ لیکن زیادہ بلند پہاڑی مقامات میں بوئی جاتی ہے۔ جنوبی ہندوستان میں اس کی کاشت بکثرت ہوتی ہے۔

آراروٹ[۵]

سیو ریئم اور برمیوڈا سے جو اراروٹ آتا ہے وہ اصلی ہوتا ہے لیکن دو تین قسم کے پودوں کی جڑوں سے نقلی اراروٹ بھی تیار کیا جاتا ہے جیسے

نوٹ نمبر۵۔ درخت مرانٹا جس کی بیسیوں قسمیں علاوہ نمائشی اقسام کے رنگ برنگ کے پتوں کی گرین ہاوس میں بغرض آرائش و نمائش مصنوعی پہاڑیوں پر لگائے جاتے ہیں ان کو گملوں میں بھی لگا کے کوٹھیوں اور محلوں کے اندر بغرض نمائش رکھتے ہیں اس کو ٹھنڈک اور روشنی کی ضرورت ہے۔ زیادہ تاریکی اور دھوپ میں برباد ہو جاتا ہے اس کی چند قسمیں ایسی بھی ہیں جن سے اراروٹ نکلتا ہے منجملہ چند اقسام کے دو قسم بھوپال میں بھی موجود ہیں ایک کا پتہ سبز ہوتا ہے دوسری کا سبز اور سفید چت کبرا ہوتا ہے باغیچہ ایڈورڈ میوزیم

سنا ہے کہ احاطہ مدراس سے ہندوستانی اراروٹ کے نام سے ''کرکیوما انگسٹی فولیا'' کی جڑوں کا اراروٹ تیار ہو کر بکثرت ولایت جاتا ہے - یہ اراروٹ بہت گھٹیا قسم کا ہوتا ہے - اور اصلی سے بآسانی امتیاز ہوتا ہے

بقیہ نوٹ نمبر ۲ - بھوپال کے گرین ہاؤس میں موجود ہے اور باغ روبکاری حضور سرکار عالیہ فرمانروائے بھوپال موسوم بہ ضیاء الابصار میں بھی مذکور بالا ہر دو اقسام موجود ہیں

کل اقسام آرایشی و اراروٹ دینی والی موسم گرما میں ٹھنڈی جگہہ پر نشو ونما حاصل کرتی ہیں اور موسم سرما اُن کے لئے مضر ہوتا ہے موسم سرما میں یہ جنس مضمحل بدنما ہو جاتی ہے اس کے پتے پیلے ہو کر ڈالیاں ادہر اودہر لٹک جاتی ہیں جو اس امر کی دلیل ہے کہ اس موسم میں یہ درخت پژمردہ ہو جاتا ہے گرمی کے موسم میں اسکی نشو ونما کا آغاز اور بارش کا موسم شباب کا زمانہ ہے موسم سرما میں اس کی حفاظت کے لئے گلاس ہاؤس سے بہتر اور کوئی جگہہ نہیں ہو سکتی موسم سرما میں آبپاشی کم ہونا چاہیئے تاکہ سردی اور پانی کی تری دونوں مل کر زیادہ نقصان نہ پہونچاویں کیونکہ موسم سرما اس کے لئے مخالف ہوتا ہے یہاں کے لوگ عام طور پر دو قسم جن کا بیان ہو چکا ہے اور جن سے اراروٹ نکل سکتا ہے نہیں پہچانتے ہیں اس لئے بجز کونڈیوں میں لگانے کے اور کسی کام میں نہیں لاتے -

ایک مرتبہ اس کے درخت یہاں (بھوپال) میں بکثرت ہو گئے تھے کونڈیوں میں لگا دینے کے بعد جو بڑی مقدار درختوں کی بچی تھی بجائے پھینک دینے کے اُن کو ایک وسیع کیاری میں کھاد ریت اور مٹی دیکر اور زمین کو نرم بنا کر لگایا تھا جو موسم بارش میں اوپنچے

جو اصلی ہوتا ہے وہ صاف شفاف ہوتا ہے۔ اور نقلی خفیف زردی لئے ہوتا ہے
اور کھولتے پانی میں ڈالنے سے جمتا نہیں۔ خوردبین کے ذریعہ بھی اصلی و نقلی
کی امتیاز ہو سکتی ہے۔ اصلی کے روے نقلی سے بالکل جدا ہوتے ہیں۔
اس کی کوئی وجہ نہین بتلا سکتا کہ اس ملک مین اصلی کے بجائے نقلی کی کاشت
کیوں کی جاتی ہے۔ یا احاطہ مدراس میں اصلی آرا روٹ کی کاشت میں
کیا دشواریاں پیش آئی ہیں۔ لیکن بنگال میں اسکا درخت بہ کثرت ہوتا ہے
اور بآسانی کاشت کیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر جیمسن صاحب فرماتے ہیں کہ سہارنپور
اور ممالک متحدہ میں اس کا درخت خوب بڑھتا ہے۔

اس کی کاشت کا طریقہ یہ ہے کہ مئی کے مہینہ میں اس کی جڑیں زمین میں
گاڑدی جاتی ہیں۔ دو دو فیٹ کے فاصلہ سے کیاریوں میں تین سے چار
انچ تک گہری نالیاں بنائی جاتی ہیں اور ان نالیوں میں ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ کی
دوری سے جڑیں گاڑدی جاتی ہیں۔ اور ان کے اوپر مٹی چڑھادی جاتی ہے

بقیہ نوٹ نمبر ۲۔ ہو کر پھیلے تھے جس سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اگر ارا روٹ لگایا
جاوے تو ناکامی نہ ہوگی موسم بارش میں اس امر کا لحاظ رکھا جاوے کہ کیاری میں بارش
کا پانی ٹھہرنے نہ پاوے کیاری کی زمین کچھ کسی قدر ڈھالو کر دیا جاوے بیئے اس کی گانٹھوں
کو بہت دیکھا ہے خاک آلود ہونے کی وجہ سے میلی معلوم ہوتی ہیں دھو کر صاف کرنے سے
اس کی سفیدی مثل سفید شلجم کے پختگی کے ہوتی ہے۔

جب پودے بڑھنے لگتے ہیں تو ان پر آلو کی طرح پھر مٹی چڑھا دی جاتی ہے۔
عمدہ اور طاقت ور کھاد آمیز مٹی میں اس کی کاشت کی جاتی ہے۔ اور نمو کے
زمانہ میں ان کی معقول سیرابی کی ضرورت ہے۔ اور بعد ازاں بارش کا موسم
آجاتا ہے۔ اس زمانہ میں قدرتی طور پر ان کو نمی پہنچتی رہتی ہے۔ اگست تک
ان میں سفید پھول آجاتے ہیں۔ اور جنوری فروری تک فصل تیار ہو جاتی ہے
جڑوں کو خوب پختہ ہونے کے لئے ایک یا دو ماہ قبل پانی کا دینا بالکل بند
کر دینا چاہئے۔ جڑوں کا رنگ مثل ہاتی دانت کے سفید ہوتا ہے۔ اور معمولی
گاجر کے برابر ان کا قد ہوتا ہے۔ چھوٹی جڑوں کو آئندہ کاشت کے لئے رکھ
لیا جائے۔ اور بڑی جڑوں کی نوکدار سروں کو قریباً تین انچ لانبا جن میں آنکھیں
بھی ہوں توڑ کر اس غرض کے لئے رکھ لیا جائے۔

اراروٹ بنانے کا طریقہ بہت آسان ہے۔ جڑوں کو اول خوب دھو لیا
جائے۔ اور بازار سے بکرایہ لکڑی کی اوکھلی لے کر اس میں ان کو اس طرح
کچلا جائے کہ مغز تک سفوف ہو جائے۔ بعد ازاں ان سب کچلی ہوئی جڑوں
اور سفوف کو ایک بڑے ٹب میں پانی بھر کر ڈال دیا جائے پانی دودھ کی طرح
گاڑھا اور گندلا ہو جائے گا۔ اور کچلے ہوئے مغز کا کچھ حصہ مثل ریشہ دار جڑوں کے
پانی کے اوپر دکھائی دے گا۔ اس ریشہ دار حصہ کو پانی سے اوتار لیا جائے۔ اور
اوکھلی میں کوٹ کر پانی میں ڈال دیا جائے۔ اور ایک بار اور اسی طرح نکال کر اور

کوٹ کر پانی میں بھگا دیا جاوے۔ بعد ازاں کسی گاڑھے کپڑے میں چھان لیا جاوے۔ اور جب یہ تہ میں بیٹھ جائے تو آہستہ سے پانی نتھار لیا جاوے اور دوسرا تازہ پانی اُس میں ڈال دیا جائے۔ اور خوب گھول کر ایک باریک پارچہ میں چھان لیا جائے۔ اور کچھ دیر تک ٹھیرے رہنے کے بعد جب نتھ جائے تو آہستہ آہستہ پانی نکال دیا جائے۔ اس طریقے سے دھونے کے بعد جو چیز تہ نشین ہو جائے۔ وہ اصلی آراروٹ ہوتا ہے اس کو کاغذ میں پھیلا کر دھوپ میں خشک کر لیا جاتا ہے۔

ٹوس لس موئس

بازاروں میں انگریزی دکانوں پر اس نام سے ایک چیز فروخت ہوتی ہے جو دیکھنے میں اور نیز صفت میں اراروٹ کے بہت مشابہ ہوتی ہے۔ اور بچوں کے لیے عمدہ غذا اس لیے سمجھی جاتی ہے کہ بہ نسبت آراروٹ کے کم قابض ہوتی ہے، ڈاکٹر لینڈلے صاحب کا خیال ہے کہ وہ کینا ای ڈیولس کی بنائی جاتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ درخت ہندوستان میں خوب بڑھتا ہے۔ اور ٹوس لس موئس بآسانی بنائی جا سکتی ہے۔ اسکے بنانے کی ترکیب بھی بجنسہ اراروٹ کے ہوتی ہے۔ مسٹر آئی ایم جونس صاحب

فرماتے ہیں کہ آراروٹ کے درخت سے مثل ایک اور درخت ہوتا ہے
جس کا نام "کینا کاک سی نی آ" ہے۔ اور اسی سے یہ چیز بنائی جاتی ہے۔

وشے نیلا

وے نیلا کا درخت بنگال میں خوب بڑھتا ہے۔ کلیاں لاتا ہے۔ اور
پھلتا بھی ہے۔ لیکن اس کا پھل اس قدر عمدہ نہیں ہوتا جیسا کہ "ماری شس"
کا پھل ہوتا ہے۔ تھوڑے دنوں تک رکھے رہنے سے خراب ہو جاتا ہے
پتہ نتیجہ یہی وجہ ہے کہ مربے اور مٹھائیوں کے کام کا نہیں ہوتا "ماری شس"
کا پھل کئی سال تک نہیں بگڑتا۔ اور خوشبو قائم رکھتا ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے

نوٹ نمبر ۸۔ وے نیلا کی دو قسمیں ہیں لکھنؤ ہارٹیکل چرل گارڈن سے لاکر عیش باغ میں
کونڈیوں میں لگایا تھا اور اُن کو عرصہ تک گرین ہاوس میں اس وجہ سے رکھا تھا کہ ان درختوں کو
قدرے مرطوب آب و ہوا حاصل ہو سکے بعد اسکے میں نے ایک درخت کو آم کی جڑ کے
پاس لگایا تھا جو بہت اچھی طرح پھیلا تھا ہنوز پھول و پھل نہیں لانے پایا تھا کہ بے احتیاطی کی وجہ
سے ضائع ہو گیا دوسری قسم جو اس کی تھی وہ عرصہ تک کونڈیوں میں رہی اسکے پتے میں قدرے
خوشبو ہوتی ہے جو ملکر سونگھنے سے معلوم ہوتی ہے تجربہ سے پایا جاتا ہے کہ اگر وے نیلا یہاں لگایا
جاوے تو ضرور ہوگا اس کے لئے یہاں ریت گوبر پتی کی کھاد کے مرکب میں اینٹ کے ٹکڑے
چھوٹے چھوٹے ملے ہوئے ہونا مفید ثابت ہوا ہے۔

کہ کیوں ایسا ہوتا ہے۔ لیکن وہ سببوں میں سے کوئی نہ کوئی یا دونوں سبب
ضرور ہوتے ہیں، یہاں کی آب و ہوا ناموافق ہونے سے پوری طور پر پختگی
نہیں آتی۔ یا ان کی نگہداشت معقول نہیں ہوتی۔ چونکہ دسمبر تک ان کے پھل
توڑنے کے قابل نہیں ہوتے۔ اس لئے آخری دو ماہ تک پختہ ہونے کے
زمانہ میں گرمی پہنچنے کی ضرورت ہے۔ اور بنگال کی آب و ہوا مرطوب ہونے
کی وجہ سے ان کو اچھی طرح سے پختہ کرنے سے قاصر رہتی ہے۔

ماریشس کا طریقہ کاشت ڈھاکہ کے بوٹانیکل گارڈنس میں اختیار
کیا گیا ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ اونچے اور بڑے درخت سے ملا کر اینٹوں کا ایک
فٹ بلند پشتہ بنایا جاتا ہے۔ اور نیچہ کی ہلکی مٹی میں پتوں کی کھاد ملا کر اس
میں بھر دیا جاتا ہے۔ اور "ونیلا" کا پودہ اس میں نصب کر کے اینٹیں
بچھا دیتے ہیں۔ تھوڑے عرصہ میں اس کی بیلیں درخت پر بلندی تک
چڑھ جاتی ہیں۔ اور جوں جوں بیلیں اوپر چڑھتی ہیں اس کی باہری جڑیں درخت
میں لپٹتی جاتی ہیں۔

میرا گمان ہے کہ گملہ میں اگر درخت لگایا جائے تو مثل اینٹوں کے
پشتہ کے کارآمد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ تھوڑے دنوں کے بعد جب پودہ
درخت پر چڑھ جاتا ہے تو سوائے خشک جڑوں کے مٹی کے اندر رہتے کے
اور کوئی تعلق اس کو زمین سے نہیں رہتا۔ اور ظاہرا ان خشک جڑوں سے

کوئی قوت بھی اسکو نہیں پہنچتی۔

فروری سے اپریل تک کلیاں نکلنا شروع ہوتی ہیں۔ اور علی الصباح پھول کھلتا ہے۔ اس وقت مصنوعی طریقہ سے ان میں قوت پہنچانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ کم از کم اس ملک میں ان پھولوں میں پھل نہیں آئیں گے۔ ترکیب قوت پہنچانے کی یہ ہے کہ پھول کے منہ میں تیلی اور چھوٹی چمٹی کے سرے کو داخل کیا جائے۔ اور کلی کے منہ پر جو جھلی ہوتی ہے اسکو باحتیاط پکڑ کر آہستہ آہستہ کھینچ لیا جائے۔ اگر یہ عمل ٹھیک نہیں ہوا ہے تو ایک ماہ یا کچھ زائد عرصہ تک پھول نہیں گرینگے۔ بلکہ کھلے رہیں گے اور اگر کامیابی کے ساتھ یہ عمل کیا گیا ہے تو ایک یا دو دن میں پھول گرجائینگے اس کے پودے اگر گملوں میں لگائے جائیں اور بانس کی جافری بنا کر اُس پر چڑہا دیئے جائیں تو کامیابی کے ساتھ بڑہ سکیں گے۔ اور خاص کر بنگال میں گملوں میں لگانا بہت مفید ہوگا۔ کیونکہ اپنے حد اختیار میں ہونگے اور سرما کے آغاز میں ان کو اٹھا کر کسی گرم اور سایہ دار میں رکھا جاسکتا ہے اور تیز سرد ہوا کے جھونکوں سے ان کو بچایا جاسکتا ہے۔

مسٹر تھے ویلیٹ صاحب کی رائے ہے کہ پھلوں کے سروں پر جب زردی آنا شروع ہوجائے تو ان کو توڑ لینا چاہیئے۔ اور چند سکنڈ کے لئے ان کو کھولتے پانی میں غوطہ دیا جائے یا دہوپ دکھانے کو میں ترجیح دیتا ہوں۔ بعدازاں

پھر سایہ میں ان کو خشک کر لیا جائے۔ وقتاً فوقتاً تھوڑی دیر کے لئے دھوپ بھی دکھادی جایا کرے۔

تین برس کے لگے ہوئے پودوں کی قلمیں تراش کر لگائی جائیں تو جلد جڑ پکڑ لیتے ہیں۔ اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی کی جلد ہشتم میں اس درخت کے لگانے اور اس کے پھل کے تیار کرنے کی نسبت بہت سی ہدایات درج ہیں۔

پھل حاصل کرنے کے لئے کوہی مقامات پر یہ درخت نہیں لگایا جاتا۔ احاطہ مدراس میں "پانڈی چڑی" میں زیادہ کامیابی کے ساتھ اس کی کاشت کی جاتی ہے۔ بنگلور میں بھی اس کی کاشت ہوتی ہے۔ اور مزارعین قہوہ اور دیگر اشخاص کو اس کی قلمیں تقسیم کی جاتی ہیں۔

مسرس موناسوامی اینڈ سن مقامی تاجر نے کئی سال تک فی پاؤ اوسط دو آنہ کے حساب سے قلمیں فروخت کی ہیں۔ پھلوں کے سبز رنگ میں جب خفیف زردی آ چلے تو توڑ لئے جائیں۔ اگر عرصہ تک نہ توڑے گئے تو عمل جراحی کرنے میں چٹخ جاتے ہیں۔

ٹی پی اوکا[۵۹]

بیان کیا جاتا ہے کہ "ٹی پی اوکا" درخت قریباً آٹھ فیٹ بلند ہوتا ہے

نوٹ نمبر ۵۹۔ ایکمرتبہ "ٹی۔پی۔اوکا" کی چند قلمیں مجھے ریلوے ڈپارٹمنٹ کے ایک یورپین

اور قریب قریب تمام گرم ملکوں میں اس کی کاشت محض کھانے کے لئے
کی جاتی ہے۔ اس درخت کی بڑی جڑ جس کا وزن تیس پاؤنڈ ہوتا ہے وہ

بقیہ نوٹ نمبر ۹۔ لازم سے ملیں تھیں جن کو میں نے ذخیرہ میں لگا دیا تھا جب ان میں
جڑیں پیدا ہو گئیں تو نو نو فیٹ کے فاصلہ پر ایک برہے میں نصب کی گئیں قریب زمانہ تیاری
کے معلوم ہوا کہ سیئی نے (جو ایک جانور ہے) اس کے درختوں کے اطراف کی مٹی
کھود ڈالی ہے اور دو چار درخت بھی ضایع ہو گئے ہیں بعض کی شاخیں ٹوٹ گئی ہیں گو
درخت کسی قدر چھوٹے تھے تاہم میں نے کرید کے ایک درخت کو دیکھا اس کی جڑیں
ہنوز موٹائی نہیں آئی تھی لیکن سیئی کے نقصان پہونچانے سے یہ ضرور پایا گیا کہ اسکو اسکی
جڑوں کا گداز ہونا محسوس ہوا جو اس کی خوراک ہوگی اس لئے میں نے بقیہ درختوں کو
ببول اور بیر کے کانٹوں سے محفوظ کرایا کہ سیئی اس کے قریب نہ جانے پاوے اس عمل
سے درخت محفوظ رہے اور دو سال بعد میں نے ایک درخت کو مضمحل اور اس کے پتوں کو
زرد ہوتے دیکھا۔ درخت مذکور دو فٹ چوڑا اور آٹھ فیٹ سے زیادہ بلند تھا میں نے
اس درخت کی جڑ کھود کر نکال کر دیکھا جو صورت میں بیضاوی رنگت میلی تھی دو تین روز
سایہ میں خشک کر کے اس کا وزن کیا تو سوا دو سیر بھو پالی جو انگریزی وزن سے ۵ پونڈ ہوتا ہے
تھا چنانچہ میں نے انہیں مہربان کی خدمت میں ہدیتاً پیش کر دیا چونکہ اس میں سمیت ہوتی ہے
اس لئے ایسی شے کو ترقی دینا اور رؤسا کے حضور میں پیش کرنا مناسب سمجھا نہ آیندہ کبھی
اس کی افزایش کی طرف توجہ کی۔ اسکے لگانے کے لئے یہ ترکیب عمل میں لائی گئی تھی کہ تین

وہ زہریلے پن سے بھری ہوتی ہے۔ اگر یہ زہر انسان کے جسم میں داخل ہو جائے تو فوراً باعثِ ہلاکت ہوتا ہے۔ جڑوں کو کاٹ ڈالتے ہیں اور مغز کو اچھی طرح چھیلتے ہیں اور خوب دھونے کے بعد آہنی توے پر رکھ کر ان کو بھونا جاتا جاتا ہے۔ اس ترکیب سے زہر دھو ڈالا جاتا ہے۔ یا پکانے سے نکل جاتا ہے۔ اور فضلہ جو رہ جاتا ہے اسے کساوا کہتے ہیں اور آٹے کا جزو جو پانی میں ہوتا ہے جب نیچے بیٹھ جاتا ہے تو یہی ٹی پی اوکا ہوتا ہے۔

بنگال میں اس کا درخت خوب بڑھتا ہے۔ اور اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی کے باغات میں سالانہ اسکے پودے بکثرت لگائے جاتے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ ٹی پی اوکا ہندوستان میں شاذ و نادر بنایا جاتا ہے۔

جنوری کے مہینے میں اسکی جڑیں کھودنے کے قابل ہو جاتی ہیں۔ اور اسی

بقیہ نوٹ نمبر ۹۔ فیٹ گہرا اور چوڑا گڈا کھود کر اسی گڈے کی مٹی میں دو حصے گھوڑے کی سڑی ہوئی لید کا کھاد اور ایک حصہ معمولی ریت جو یہاں دستیاب ہوتی ہے مٹی میں ملا کر اور گڈھے کو پر کرکے درخت مذکور کو لگایا تھا اُس کو ہر آٹھویں دن موسم سرما میں پانی دیا جاتا تھا اور موسم گرما میں ہر چوتھے روز۔ موسم بارش میں درخت مذکور کے اطراف میں مٹی ڈالکر بلند کرنا چاہیے تاکہ نشیب نہ رہے اور برسات کا پانی نہ ٹھہرے اس طریقہ عمل سے ٹی۔ پی۔ اوکا میدانی مقام میں ہو سکتا ہے اگر پہاڑی مقام میں لگایا جائیگا تو کامیابی کے ساتھ نہ ہوگا۔

زمانہ میں آیندہ فصل کے لئے قلمیں لگائی جاتی ہیں۔ اس کی کاشت کرنے اور ڈی پی او کا بنانے کی ترکیب بتلاتے ہوئے اسکے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ آہنی ظرف میں رکھ کر گرمی کے ذریعہ سے زہریلے مادہ کو دور کرنا بہت ضروری ہے۔ گرمی پہنچانے سے اس کا زہر جلد اُڑ جاتا ہے۔

زمین۔ ہر قسم کی زمین میں اس کی کاشت کی جاتی ہے۔ لیکن جس زمین میں ریت ملی ہو اسکے لئے زیادہ موزوں ہوتی ہے۔

کاشت۔ اس کو کاشت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اراکان کے جنگلوں میں خود رو بہت پایا جاتا ہے۔

بڑھانا۔ قلم کے ذریعہ سے بڑھایا جاسکتا ہے۔ مضبوط شاخ سے قلم تراشی جائے۔ اور دو سے تین فیٹ تک طول میں ہوں۔ اور چار فیٹ کے فصل سے قطاروں میں سیدھی قلمیں لگائی جائیں۔

تیاری۔ نصب کرنے کے ایک سال بعد جڑیں کھودنے کے قابل تیار ہو جاتی ہیں۔ جڑوں کو کھود کر خوب دھولی جائیں۔ اور کسی کڑھاؤ میں پانی بھر کر اس میں بھگا دی جائیں۔ چھ گھنٹہ تک پانی میں رکھے رہنے سے بالائی چھال ہاتھ سے مل دینے سے اتر جاتی ہے۔ بعد ازاں کسی کدو کش میں گھس کر اتار لی جائیں اور دوبارہ ان کا دودھ کسی دوسرے ٹب میں نچوڑ لیا جائے۔ آٹھ گھنٹہ تک اُس دودھ کو کسی ایک جگہہ ملا کر حرکت دے، رکھدیا جائے تو جس قدر آٹے کا جزو اس میں

ہوگا۔ وہ نیچے بیٹھ جائے گا۔ بعد ازاں اوپر سے پانی کو اتار کر اور چٹائیوں پر پھیلا کر دو تین گھنٹہ تک خشک ہونے کے لئے دھوپ میں رکھدیا جائے بعد ازاں آہنی توؤں میں رکھ کر بھون لیا جائے اور برابر چلاتے رہنا چاہئے تاکہ جلنے نہ پاوے۔

گرم ہونے سے نہایت شفاف دانہ دار ٹی۔بی۔ او کا استعمال کے قابل ہو جاتا ہے۔ اور ماری شس میں اسی طریقہ سے بنایا جاتا ہے۔

ریوند چینی

اِس کی کاشت یورپ میں بہت کی جاتی ہے۔ اور اِس کے بڑے اور دبیز ڈنٹھل مربے اور چٹنی بنانے کے کام میں لائے جاتے ہیں۔

ایک بار نومبر کے مہینہ میں تخم ریزی کر کے میں نے اِس کی کاشت کی تھی۔ اور قبل موسم گرما آنے کے چار چار انچ کے پودے ہو گئے تھے۔ جن کی دبازت چھوٹی اونگلی کے برابر تھی۔ بیجوں کو اول گملوں میں بویا تھا اور جب پودے تیار ہوئے تو گوبر کی پرانی کھاد اور لکڑی کی راکھ مٹی میں ملا کر بڑے گملوں میں بھر کر ایک ایک پودہ ہر ایک گملہ میں لگا دیا تھا۔ لیکن گرمی کے موسم میں سب پودے ضائع ہو گئے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ بیج بو کر ریوند چینی کی کاشت کامیابی کے ساتھ ہندوستان کے میدانی علاقوں میں نہیں کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ دو سال سے کم میں پودے کھانے کے قابل نہیں ہوتے۔ اور چونکہ گرمی کے موسم میں ضائع ہو جاتے ہیں اس لئے اس عمر تک ان کا پہنچنا دشوار ہوتا ہے۔

لیکن نیل گری کے پہاڑی مقامات میں چونکہ اس کی کاشت کی جاتی ہے وہاں سے ایک سال یا دو سال کے پودے اکتوبر میں لائے جائیں اور کسی سایہ دار جگہ میں دو فیٹ کے فاصلہ سے زیادہ کھاد آمیز مٹی میں لگائے جائیں اور آبپاشی معقول کی جائے تو ممکن ہے کہ فروری کے مہینہ تک کھانے کے قابل تیار ہو جائیں۔ امتحاناً ایسا کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور کچھ تازہ دقت بھی اس میں نہیں ہے۔ اور اگر کامیابی ہوئی تو تمام محنت اور مصارف کا پورا معاوضہ ہو جائے گا۔

جنوبی ہندوستان میں ساڑھے چار ہزار فیٹ بلند مقامات پر اس کی کاشت کی جاتی ہے۔ اور چونکہ اب ریل جاری ہو گئی ہے اس لئے شمالی ہندوستان میں کاشت کرنے کے لئے وہاں سے پودے بہ آسانی لائے جا سکتے ہیں۔ اور فی الحقیقت اس کی کاشت میں نفع ہوگا۔

بالیدگی اور نمو کے زمانہ میں اس کو نہایت طاقت ور کھاد اور سایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

پہاڑی مقامات میں اس کی کاشت پورے طور پر کی جاسکتی ہے۔ مارچ سے مئی تک اس کے بیج بو دینا چاہئیں۔ اور جب پودہ میں چار چار پتیاں نمودار ہوجائیں تو فوراً اکھاڑ لئے جائیں۔ اور علیٰحدہ کھاد دے کر نصب کر دے جائیں گرمی کے موسم میں آبپاشی اور بارش میں پانی کے نکاس کے علاوہ اور کسی مزید نگہداشت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

فرنچ سال (کھٹا پالک)

اس کی پتیاں ملایم اور دبیز ہوتی ہیں۔ اور یہ بنسبت معمولی خرفہ کے کسیقدر

نوٹ نمبر ۱۔ کھٹے پالک یا کھٹا چوکہ کو یہ بویا جاتا ہے اور ترکیب کاشت اُس کی یہ ہے کہ اس کے تخم کی شروع کنوار میں چبوترہ بنا کر تخم ریزی کرے جب اسکے پیڑ تین انچ یا دو انچ کے ہوجائیں۔ اُس وقت قرینہ پر کیاریوں میں ایک پیڑ کو دوسرے پیڑ سے دو فیٹ کے فاصلہ پر لگا دے ہر چھٹے روز پانی دیتا رہے پیت کا پانی زیادہ مناسب ہوتا ہے وقتاً فوقتاً اس کی کیاریوں کو قدرے خشک کر دینا مناسب۔ تاکہ ہوا سے زمین خشک پیدا ہو جس سے وہ پانی خاطر خواہ پی سکے اس عمل کے بعد پانی دینا چاہئے میں نے کھلی ہوئی زمین میں اسکو لگایا ہے موسم گرما میں خشک ہو کر ضائع ہوتا ہے اگر موسم مذکور میں اسکی آبپاشی کا مناسب انتظام کیا جاوے تو کم نقصان ہوگا البتہ پتوں کی دبازت میں کمی آجاتی

کم ترش ہوتی ہے۔ اس کی کاشت محض پتوں کے لئے کی جاتی ہے۔ اہل یورپ علاوہ سوپ میں ملا کر کھانے کے بطور سلاد بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس کا "آم لیٹ" بہت خوش ذائقہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر فی برٹارڈ صاحب مجھ سے فرماتے تھے کہ ان کے باغات واقع کلکتہ میں یہ خوب ہوتا ہے۔ اور تمام سال رہا کرتا تھا۔ یورپ میں بھی اس کو سایہ دار جگہہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہذا اس ملک میں تو خاص طور پر سایہ دار کیاریاں اس کے لئے ہونا چاہیں۔ اس کی کاشت کے لئے طاقتور زمین ہونا چاہیئے۔ اور آبپاشی خوب کرتے رہنا چاہیئے۔ اور جس قدر زیادہ اوگتا اور بڑھتا ہے اسی قدر زیادہ لذیذ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ عموماً اسکی کاشت بیج بو کر کی جاتی ہے۔ بعض اوقات جڑوں کے ذریعہ سے بھی اس کی کاشت کی جاتی ہے۔

نوٹ بقیہ نمبر ۱ سے ترشی میں کمی نہیں ہوتی لیکن اسکو یہاں کوئی نہیں کھاتا البتہ کسی دوا میں ضرورت ہوتی ہے تو لوگ اسکو تلاش کر کے کام میں لاتے ہیں۔ اسکا پھول خوبصورت ہوتا ہے پھول کا رنگ انگوری ہوتا ہے اسکا پھول خوشنما ہونے کی وجہ سے میں نے اسکو گلدان میں بھی لگایا ہے اسکے پھول کی وضع بگونیا کے پھول سے ملتی ہے۔ اس کی کاشت کے لئے زمین نرم اور کھاد گوبر کا زیادہ ضروری ہے اگر زمین نرم ہے اور کھاد کافی ہے اور آبپاشی کی نگرانی پوری رکھی جائے تو پتے گداز اور ترشی خفیف ہوتی ہے اسکے درخت باغ حیات افزا کی ترکاری کے باغیچہ میں اب بھی موجود ہیں۔ اکثر یہ ترکاری باغیچوں

پالک

پالک دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک تو کونے پتہ کی جس کے بیج خار دار ہوتے ہیں۔ اور دوسرے گول پتوں کی اس کے بیج چکنے ہوتے ہیں۔ یورپ میں ہر دو اقسام دو مختلف موسموں میں بوئی جاتی ہیں۔ لیکن ہندوستان میں دونوں کے لئے ایک ہی موسم موزوں و مناسب ہوتا ہے۔

بارش ختم ہونے پر اکتوبر کے مہینے میں اسکے بیج چھٹکواں یا قطاروں میں بوئے جاتے ہیں۔ اور یہی طریقہ کاشت کا بہتر بھی ہے۔ ایک ایک فٹ کے فاصلہ پر قطاریں بنائی جاتی ہیں اور چار چار انچ کی دوری درختوں کے درمیان رکھی جاوے۔ اسکے لئے طاقتور اور سایہ دار زمین ہونا چاہئے۔ آبپاشی خوب کرتے رہنا چاہئے۔ چھوٹے پودہ کی حفاظت جال یا کسی دوسرے ذریعہ سے نہ کیجاوے گی تو چڑیاں کھا جاتی ہیں۔ پہاڑی مقامات پر مارچ سے اکتوبر تک اس کی تخم ریزی کرنا چاہئے۔ جنوبی ہندوستان میں دو ہزار فیٹ سے زائد بلند مقامات پر ہمیشہ پالک کی کاشت کی جاسکتی ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۱۔ میں ایک مرتبہ کاشت کے بعد خود بھی اوگ آیا کرتی ہے۔

چقندر کی کاشت بہ نسبت یورپ کے ہندوستان میں عموماً زیادہ ہوتی ہے۔ جاڑہ کے موسم میں سرکہ کے ساتھ اس کی قاشیں نہایت

نوٹ نمبر ۱۱۔ چقندر کی کاشت کی ابتدا بھوپال میں ۱۸۸۳ء سے ہوئی ہے اور آجتک ہوتی ہے۔ از روئے تجربہ تیار کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ ایک چبوترہ کھاد مٹی کا بنا کے اُسپر چقندر کا تخم بویا جاوے جب کہ پودے تین یا چار انچ کی ہوجاوے تب ذخیرہ سے نکال کر کیاریوں میں یا سیدہی نالیوں میں لگانا چاہیئے۔ ایک درخت کا فاصلہ دوسرے سے کم از کم ایک فٹ ہونا چاہیئے اس کی کاشت کے لیے جو زمین تیار کیجاوے اسکو گیتی سے دو فیٹ گہرا کھود کر ہموار کرنے کے بعد گوبر کا کھاد کافی مقدار میں ملا کر کیاریاں یا سیدہی نالیاں جسکو پرے کہتے ہیں بنا کر اُن میں چقندر لگانا چاہیئے۔ جبکہ درخت قایم ہوجاویں اور دو دو چار چار پتے نکل آویں تب اُن کی جڑوں پر مٹی چڑہانا اور وقتاً فوقتاً کیاریوں اور برہوں کو کھرپی سے گہیر اگوڑنا چاہیئے اس سے یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ زمین نرم رہتی ہے۔ چقندر کو بڑہنے اور پھیلنے کا موقع ملتا ہے اگر زمین سخت ہوتی ہے تو چقندر پتلا اور سخت ہوتا ہے۔ اس کے درختوں کے اطراف جو پتے زرد ہوجاتے ہیں اُن کو نکال ڈالنا چاہیئے۔ اس سے یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ چقندر کو زمین میں پھیلنے کا موقع ملتا ہے اور طاقت

لذیذ چٹنی کا کام دیتی ہیں۔ قبل اُبالنے کے احتیاط رکھی جائے کہ چقندر کو نہ کاٹا جائے اور نہ چھیلا جائے ورنہ اس کی سُرخی جاتی رہے گی۔ اور دیکھنے میں اس قدر خوشنما نہ معلوم ہوگا۔

بقیہ نوٹ نمبر ا۔ حاصل ہوتی ہے۔

(۲) میں نے بھوپال اور دیگر ممالک میں دیکھا ہے کہ بعض فرقہ کے کایستہ اور پنڈت اور بعض دیگر فرقہ کے ہنود بھی چقندر کو نہیں کھاتے۔ دریافت کرنے پر سبب یہ کہا گیا کہ اسکے تراشنے میں جو عرق نکلتا ہے اُس کا رنگ سُرخ مثل خون کے ہے۔ چونکہ ہم لوگ گوشت نہیں کھاتے اسلئے ہمارے مذہب میں اسکا کھانا بھی درست نہیں ہے علاوہ ان کے بہت سے بنگالی اور بہت سے ہندو اسے کھاتے بھی ہیں۔

(۳) چقندر ڈیوی وکس اِمِ پُروڈ جسکا تخم ہمالیہ سیڈ اسٹور منصوری سے میں نے منگا کر بویا تھا۔ نہایت اچھا ہوا۔ یہ چقندر گول اور خوبصورت ہوتا ہے اور عرصہ دراز تک زمین میں اچھا رہتا ہے۔ عام طور پر تیسرے دن پانی دینا چاہیئے تاکہ ٹھنڈا رہے۔ موسم گرما میں زمین آفتاب کی حرارت سے تپ تی ہے چقندر اندر سے پیلے رنگ کا ہوجاتا ہے۔ عمدہ بو باقی نہیں رہتی ہے بلکہ ایک قسم کی ناگوار بو پیدا ہوجاتی ہے یہ سب علامات خرابی کی ہیں اسکے علاوہ کھانے میں بدذائقہ ہوجاتا ہے۔ اِس نقص کے نہ پیدا ہونے کے لئے ہر تیسرے روز پانی دینا مفید ہے اور جہانتک ممکن ہو موسم گرما میں اسے جلد صرف میں لے آوے بعض قسمیں ایسی ہوتی ہیں جن کے پتے کٹے ہوئے خوبصورت

یہ بہت قسم کا ہوتا ہے۔ اور صرف رنگ اور قامت میں فرق ہوتا ہے
لیکن مزہ میں سب یکساں ہوتے ہیں۔ سُرخ رنگ کا چقندر کھاتے ہیں۔ اور
زیادہ استعمال ہوتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ دیکھنے میں سب قسموں سے زیادہ خوشنما
ہوتا ہے۔ اگرچہ بیج فروش تاجر نئے نئے قسم کے چقندر کے اشتہارات دیتے
رہتے ہیں۔ لیکن پورانی اقسام مثلاً "ریڈ چلیپا"
ڈلس کا سیٹل نانڈیری"
"سلینگسنز ڈوارف ریڈ"
تمام یورپ میں مصر کا "ٹرنپ روٹڈ"
سٹنسن کا "بلڈ رڈ"

بقیہ نوٹ نمبر ا۔ ہوتے ہیں۔ اُن کو کونڈیوں میں لگا کر آرائش کے کام میں لاتے ہیں ان
میں بھی موٹی جڑیں ہوتی ہیں جن کو کھایا جاتا ہے (شُگر بیٹ) جسکی شکر بنتی ہے اسکے
تخم کو دو مرتبہ میں نے باغ حیات افزا کے پچھواڑوں میں لگایا اور نہایت اچھا ہوا۔ ہر قسم
کا چقندر بھوپال اور احاطہ سنٹرل انڈیا میں اچھا ہوتا ہے۔ نمک اور شورہ جو دیا جاتا ہے اُس
سے یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ علاوہ افزایش کے مٹھاس میں کمی ہوتی ہے۔ اسکے یہ معنی ہیں کہ اگر
کوئی شخص شکر کو نمک میں ملا دے تو اُس کا ایک جدا ذائقہ ہو جاتا ہے۔ نہ زیادہ شیریں
ہوتا ہے اور نہ نمکین۔ باغات سرکاری بھوپال میں چقندر کی کاشت ہمیشہ سے ہوتی ہے
اور بڑا بڑا پیدا ہوتا ہے اکثر حکما نسخوں میں اسکے تخم پتہ اور چقندر کو دوا کے لئے بتاتے ہیں

چقندر بھی نفیس قسم کے ہوتے ہیں۔

ستمبر کے آخر میں اسکی تخم ریزی کی جاتی ہے۔ قبل کاشت کے بقدر ضرورت مٹی میں کھاد ڈالی جائے۔ اور گہری کھدائی کرکے اسکے ڈھیلوں کو توڑ دیا جائے اور تین چار روز تک ہوا لگنے دی جائے تاکہ ملایم ہوکر مٹی ڈھیلی ہوجائے۔

اسکے بیج چھٹکواں بوئے جائیں لیکن عمدہ ترکیب یہ ہے کہ تیار شدہ زمین یا کیاری میں ایک ایک فٹ کے فاصلہ سے نالیاں بنائی جائیں بعد ازاں پھر آڑی نالیاں اسی کیاری میں ایک ایک فٹ کے فاصلہ سے بنائی جائیں جہاں نالیاں یا لکیریں باہم ملیں وہاں دو، دو، تین، تین، بیج بو دیے جائیں جس جگہ ایک سے زائد دو یا تین بیج جم آئیں، ایک کو چھوڑ کر بقیہ سب پودوں کو اکھاڑ کر پھینک دیا جائے۔ یا با احتیاط لے جاکر خالی جگہوں میں گاڑ دیا جائے اگرچہ ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ چقندر کو لگانے کا قاعدہ نہیں ہے۔ لیکن ایسی ضرورتوں میں جائز ہے عموماً تین دن کے اندر بیج اگ آتے ہیں۔

چھوٹے پودے بالکل زمین کے ہم رنگ ہوتے ہیں۔ اسکے جمنے پر بمشکل دکھائی دیتے ہیں۔ قبل رائے قایم کرنے کے کہ "بیج خراب تھا" جما نہیں ہے۔ کیاریوں کو بغور دیکھ لینا ضروری ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۱۱۔ جسکو لوگ باغات سے تلاش کرکے کام میں لاتے ہیں۔

چڑیاں اور پرندے چقندر کے بیجوں کو بڑے شوق سے کھاتے ہیں
اس لئے ضروری ہے کہ تخم ریزی کے بعد کیاریوں پر جال پھیلا دیا جائے
اور جب تک پودے اچھی طرح بلند نہ ہو جائیں جال اُتارا نہ جائے ورنہ ایک
دانہ بھی نہ بچنے پائے گا۔

بعض لوگ چقندر کے بیج گملوں میں بوتے ہیں اور جب پودے قریب
چھ چھ انچ اونچے ہو جاتے ہیں تو ان کو کیاریوں میں گاڑ دیتے ہیں۔ اس میں
فائدہ یہ ہے کہ بہت آگے سے تخم ریزی ہو جاتی ہے، اور استعمال کے قابل
پہلے سے چقندر ملنے لگتے ہیں۔

ایک ماہ یا ڈیڑھ ماہ کے بعد دوسری بار تخم ریزی کی جائے تو لگاتار چقندر
عرصہ تک ملتے رہتے ہیں۔ آبپاشی خوب کرتے رہنا چاہیے سیال کھادیں قدرے
نمک ملا کر دیا جائے تو بہت مفید ہوتا ہے۔ نکائی کی اسے زیادہ ضرورت ہوتی
ہے۔ جس قدر زیادہ نکائی کی جائے گی اُسی قدر زیادہ فائدہ ہوگا۔ نیز کبھی کبھی
جڑوں کے اوپر سے مٹی ہٹا کر باریک باریک سوت کے مانند ریشہ ان پر سے
باآہستگی دور کر دینا چاہیے۔ پہلی دار فصلوں کے کاٹنے کے بعد اگر چقندر ان
کھیتوں میں بوئے جائیں تو بہت اچھے ہوتے ہیں۔ جڑوں میں شورہ دینا بھی
زیادہ مفید ہوتا ہے۔

بعض اوقات چقندر بہت موٹے، اور بڑے ہوتے ہیں۔ لیکن ایسے چقندر

ترکاری کے کام کے نہیں ہوتے۔ کھانے کے قابل چقندر وہی ہوتے ہیں جو انسان کی کلائی کے برابر یا کچھ بڑے ہوں۔ جب بہت بڑا ہو جاتا ہے تو اس میں سختی آجاتی ہے۔ اور لکڑی کی طرح سخت اور سیٹھا ہو جاتا ہے۔ اور سفید رنگ کے حلقے گانٹھوں پر پڑ کر بدرنگ اور بدصورت ہو جاتا ہے۔

پہاڑوں پر مارچ میں تخم ریزی کیجاتی ہے۔ بشرط ضرورت لگاتار فصل حاصل کرنے کے لئے ستمبر تک بیج بوئے جا سکتے ہیں۔

خشک دنوں میں معقول سیرابی ہونی لازم ہے۔ اور زمین طاقتور نہ ہوئی تو چقندر اچھے نہ ہونگے۔

پوئی

اس کی بیل بہت پھیلتی ہے۔ مثل پالک کے اس کا ساگ کھایا جاتا ہے۔ ہندوستان کے تمام حصص میں ہندوستانی لوگ اس کو اپنے مکانوں کے قریب بوتے ہیں۔ لیکن یورپین صاحبان اس کو اس قابل نہیں خیال فرماتے کہ باغات میں اس کی کاشت کی جائے۔ زمانہ بارش میں اسکے بیج بوئے جاتے ہیں۔ پہاڑوں پر یہ ساگ نہیں ہوتا۔

نوٹ نمبر ۱۲۔ پوئی دو قسم کی بیلدار ہوتی ہے۔ ایک کے پوست کا رنگ سفید

چولائی[۱۳]

تمام ہندوستان میں چولائی کئی قسم کی بکثرت بوئی جاتی ہے اور بارش

بقیہ نوٹ نمبر ۱۲ - مائل بسُرخی اور دوسرے کا عباسی ہوتا ہے - پتے گداز اور کسیقدر گول ہوتے ہیں پتوں کی بنیاد کے پاس پھل پیدا ہوتے ہیں جو ابتدا میں سبز اور پکنے پر سیاہ ہوجاتے ہیں - اسکی بیل لچلچی ہوتی ہے - اس کی بھاجی بنگال اور ممالک متحدہ میں کھائی جاتی ہے - پتوں اور پھلوں میں لس لساپن زیادہ ہوتا ہے - اکثر اسکو منڈوہ پر چڑھاتے ہیں - اسکا درخت سالہا سال تک اپنی جگہہ قایم رہتا ہے - اسکے پختہ پھلوں کو اگر ملکر پانی میں ڈالدے تو اتنا سُرخ ہوجاتا ہے کہ شربتی ململ کا پارچہ رنگ لیا جاسکتا ہے میں نے اس کو قلم سے تیار کر کے عیش باغ میں لگایا تھا - اس کا درخت قلم اور تخم سے تیار ہوتا ہے -

نوٹ - نمبر ۱۳ - یہ ایک قسم کا ساگ ہے - اسکے بہت سے اقسام ہوتے ہیں بعض قسم کے خوشنما رنگ برنگ کے پتے ہوتے ہیں جن کو گملوں اور باغیچہ کی کیاریوں میں لگا کر آرائش حاصل کرتے ہیں - ان اقسام کے پتے بھی اگر پکا کر کھائے جائیں تو مضر نہیں ہوتے - میں نے اکثر باغات کے مزدوروں کو کھاتے دیکھا ہے - لیکن چولائی کا ساگ میں نے بھی کھایا ہے بہت اچھا با ذائقہ ہوتا ہے بشرطیکہ عمدہ پکایا گیا ہو - اسکو آغاز بارش

میں استعمال کے قابل ہو جاتی ہے۔ اسکے ملائم پتے اور ڈنٹھل چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے ولایتی سیم کی طرح پکا کر کھائے جاتے ہیں۔ اس میں ایک قسم کی تلخی ہوتی ہے جو مجھے پسند نہیں ہے۔ اور اگر ہر قسم کی سبز ترکاریاں نایاب بھی ہو جائیں تو بھی مرغوب چیز نہیں ہے۔

ڈاکٹر راکس برگ صاحب فرماتے ہیں کہ گملوں میں ذیل کی اقسام لگائی جاتی ہیں۔

(۱) "ویری وٹس" معمولی سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ اس قسم کی چولائی کی کاشت زیادہ ہوتی ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۱۳۔ میں بوتے ہیں اور اسی طرح اسکے دیگر اقسام آرایشی کو بھی اسی موسم میں بوتے ہیں اسکی بہار کا یہی موسم ہے دیگر موسم میں بھی یہ ہوتی ہے مگر ایسی کامیابی سے نہیں جیسے بارش میں۔ یہ ہی ایک ایسا ساگ ہے جو موسم بارش میں اچھی طرح سے پیدا ہوتا ہے اور بازار میں بکثرت فروخت کیا جاتا ہے اور یہاں کے باغات اور دیگر پچھواڑہ جات حوالی شہر میں بکثرت بوئی جاتی ہے۔ اسکی ایک قسم اور ہے جسکو یہاں راج گرہ کہتے ہیں۔ اسکا درخت بڑا اور پتے بھی بڑے بڑے ہوتے ہیں ذائقہ چولائی و راجگرہ دونوں کا ملتا جلتا ہوتا ہے۔ یہ ساگ موسم بارش میں گلتا اور سڑتا نہیں ہے اسکو اس طریق پر کاشت کرنا چاہیے کہ کیاریاں بنا کر تھوڑا سا معمولی کھاد دیکر اسکے بیج کو چھڑک دینا چاہیے۔ ہر مرتبہ اسکے ساگ کے کاٹ لینے کے بعد پتے پھوٹ آیا کرتے ہیں

(۲) "ریوبر" سب قسموں سے زیادہ خوبصورت یہی قسم ہوتی ہے، ڈنٹھل، شاخ، تنہ، ریشہ وغیرہ سب سرخ رنگ کے ہوتے ہیں اور پتوں کے رنگ میں خفیف کیوڑاپن ہوتا ہے۔

(۳) ال بس۔ اس کے ڈنٹھل، شاخ اور تنہ وریشہ وغیرہ سب سفید ہوتے ہیں۔ بنگال میں اس کی بہت کاشت ہوتی ہے۔

(۴) "جائی گین ٹس" پانچ سے آٹھ فیٹ تک بلند ہوتا ہے اور آدمی کی کلائی کے برابر اس کا تنہ موٹا ہوتا ہے۔ بعض اوقات ڈنٹھل اور شاخوں کے اوپر کا حصہ بطور ربے کے انگریز لوگ کھاتے ہیں۔

لال ساگ[۱۴]

اسکی کیفیت بجنسہ چولائی جیسی ہے۔ ڈاکٹر راکس برگ صاحب فرماتے ہیں کہ لال ساگ کئی قسم کا ہوتا ہے۔ بعض ہمیشہ رہتا ہے، اور بقیہ فصلی، فرق

بقیہ نوٹ نمبر ۱۳۔ ہیں جو تراش کر کام میں لائے جاتے ہیں۔

نوٹ نمبر ۱۴۔ جسکو ملسا اور راجگرہ کہتے ہیں۔ اسکی کیفیت بالکل چولائی کی طرح پر ہے اسکی کاشت اُسی طرح پر ہونا چاہیئے جیسا کہ چولائی کے متعلق لکھا گیا ہے راجگرہ اور چولائی کی ایک ہی ذات ہے اسلئے مینے راجگرہ کی کیفیت کو چولائی کے بیان میں نوٹ کردیا ہے۔

صرف رنگ کا ہوتا ہے۔ بعض گہرے سُرخ اور بعض سُرخ اور بعض ہلکے سُرخ ہوتے ہیں۔ بنگال میں اسے لوگ بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ اور سب قسم کے ساگوں پر اسکو ترجیح دیتے ہیں۔

پودینہ^[۱۵]

ہندوستان کا دیسی پودینہ ذائقہ اور صورت میں ممالک یورپ کے پودینہ سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ دیسی پودینہ کی پتیاں گول اور سکڑی ہوئی ہوتی ہیں

نوٹ نمبر ۱۵۔ پودینہ کئی قسم کا ہوتا ہے۔ خوشبو اور ذائقہ میں ایک دوسرے سے قریب قریب ملتے جلتے ہیں۔ اسکی بہار آغازِ موسم گرما میں ہوتی ہے۔ اس کا درخت بڑھکر ایک نیم فیٹ بلند ہو جاتا ہے موسم سرما میں یہ قدرے مضمحل رہتا ہے اور موسمِ بارش میں زیادہ گل جاتا ہے۔ بارش کے موسم میں اسکی کیاریوں کو بلند کرنا چاہیئے تاکہ پانی بارش کا ٹھہرنے نہ پاوے۔ کہ پودینہ گلنے اور سڑنے سے محفوظ رہے۔ موسمِ بارش کے بعد کیاریوں میں تازی مٹی اور گھوڑے کی بالکل سڑی ہوئی پرانی لید کا کھاد ملاکر کیاریوں میں بھر کے جڑ دار پودینہ کیاریوں میں سے نکال کر از سرنو لگانا چاہیئے اور پرانی مٹی جو کمزور اور خراب و بیکار ہو گی ہے وہ نئی مٹی اور کھاد سے تبدیل کیجائے موسمِ بارش میں ایک مرتبہ بکری کی مینگنیوں کا کھاد پودینہ کو ضرور دینا چاہیئے۔ اسکی قید نہیں کہ مینگنیاں پرانی ہوں یا تازی ایک مناسب مقدار میں بلحاظ طول و عرض کیاری کے تھوڑی بکری کی مینگنیوں کو لے کر پودینہ کی کیاری میں چھڑک

اور جسقدر لانبی اُسی قدر چوڑی ہوتی ہیں۔ اور خاصکر پکنے پر خوشبو بہت کم ہوتی ہے برخلاف اسکے ولایتی پودینہ کی پتیاں چکنی اور مثل نیزہ کے لانبی ہوتی ہیں اور لمبائی میں چوڑائی کی دونی ہوتی ہیں۔ پہاڑی مقامات میں بوئے جانے سے ذایقہ اور خوشبو میں کمی آجاتی ہے اور مثل ہندوستان کے دیسی پودینہ کے ہوجاتا ہے جڑوں کے ذریعہ سے بآسانی اسکی کاشت کی جاسکتی ہے جگہہ سایہ دار اور زمین نم ہو تو جڑوے بہت جلد جڑ پکڑ لیتے ہیں۔

پہاڑی علاقوں میں اپریل میں تخم ریزی کرنا چاہیئے۔

پیپرمنٹ یعنے ولایتی پودینہ۔ صورت و شباہت میں دیسی پودینہ کی طرح

بقیہ نوٹ نمبر ۱۵۔ دینا چاہیئے۔ اِس سے یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ بارش ہونے پر جو پانی بینگنیوں میں ہو کر زمین میں سرایت کرتا ہے وہ ایک رقیق کھاد کا کام دیتا ہے جو پودینہ کے لئے میرے تجربہ کے مطابق مفید ثابت ہوا ہے۔

جدید تجربہ۔ کچی لید اگر کیاری میں بچھادی جاوے اور اُسپر پودینہ لگایا جاوے تو ایک پتہ بھی مضمحل نہیں ہوتا ہے۔ سالہا سال کا میرا ذاتی تجربہ ہے اِس سال بھی میں نے اِسی طرح لگایا اور وہ کیاری میں موجود ہے۔

مشابہ ہوتا ہے - اس ملک میں خوب پیدا ہوتا ہے - طاقتور زمین اور سایہ اسے
بہت مرغوب ہے - جاڑہ کے موسم میں اسکی جڑوں سے جن میں قدرے مٹی
لپٹی ہوئی ہو اکھاڑ کر کیاریوں میں بہت آسانی سے لگا دیئے جاتے ہیں - اور
تاوقتیکہ پورے طور پر جڑ نہ پکڑلیں سیرابی خوب کرتے ہیں اور سایہ میں رکھے جائیں
پہاڑی علاقوں میں اپریل کے مہینہ میں تخم ریزی ہونا چاہیئے -

بنگال کا سیج یعنی کافوری

نیشیبی بنگال میں سیج یعنے کافوری کے نام سے اس ترکاری کا استعمال

بقیہ نوٹ نمبر ۱۵ - یہ بھی ایک پودینہ کی قسم ہے - اس کی کاشت بھی مثل اوروں کے
ہوتی ہے -

نوٹ نمبر ۱۶ - یہ ایک قسم کی بھاجی ہے جو یہاں نہیں ہوتی - البتہ اسکے تخم کو سپرنڈنٹ صاحب
پتلی گھر بھوپال نے منگاکر اپنے باغیچہ میں بویا تھا جو پتلی گھر کی کوٹھی کے گرد و پیش واقع ہے -
اسکا درخت تین فیٹ تک بلند ہوتا ہے - بنگال کے لوگ اسکو کھاتے ہیں وہ اسکی
تعریف مجھ سے کرتے تھے کہ اسکا ساگ بہت اچھا پکتا ہے اسکے تخم کی کاشت صاحب
معزنے شروع جاڑے میں کی تھی - فروری اور مارچ میں یہ خشک ہونے لگتا ہے اگر آبپاشی
ہر چوتھے روز کیجاوے تو کچھ عرصہ تک اور قایم رہتا ہے - اسکی کیاریوں میں گوبر کا کھاد دینا

عموماً کیا جاتا ہے۔ لیکن واقع میں یہ اصلی کافوری کی ادنی قایم مقام ہوتی ہے اسکی پتیاں بڑی ہوتی ہیں۔ لیکن سرسری طور پر دیکھنے میں اصلی انگریزی سیج کا دہوکا ہوتا ہے۔ جڑوں کے ذریعہ سے بآسانی اسکی کاشت کی جاسکتی ہے۔

انگریزی سیج (یعنی کافوری مارجورم)

ولایتی سیج کے نازک پودوں کے لئے ہندوستان کی آب وہوا موافق نہیں ہوتی اور گرمی وبارش کے موسم میں اُن کو زندہ رکھنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر وویٹ صاحب فرماتے ہیں کہ کلکتہ کے بوٹانیکل گارڈنس میں ۱۸۰۹ء میں اسکے پودے منگا کر لگائے گئے تھے۔ لیکن پانچ سال تک اِن میں پھول نہیں آیا۔

جاڑہ کے موسم میں بیج بو کر آسانی سے اسکی کاشت کیجاسکتی ہے۔ نومبر کے قبل تخمریزی مناسب نہیں ہے۔ نقصان یہ ہے کہ سیل کی وجہ سے اسکی نازک کونپلیں جل جاتی ہیں اسکی کاشت کے لئے ایسی کیاریاں انتخاب کرنا چاہئیں

بقیہ نوٹ نمبر ۱۶۔ چاہیئے اور تخم کیاریوں میں چھڑک کر بونا چاہیئے۔

اسکی کاشت مثل بنگال سیج کے کرنا چاہیئے البتہ موسم سرما میں پانی کم دینا چاہیئے ورنہ نقصان ہوگا۔ باقی کارروائی تخمریزی وغیرہ کی مثل بنگال سیج کے کرنا چاہیئے۔

کہ جس کی سطح یا تہ کی مٹی زیادہ سخت اور بہت چکنی نہو نیز وہ نشیب میں نہ ہوتا کہ
بارش کا پانی دیر تک ان میں رُکا نہ رہے۔ خوب بوسیدہ کھاد ڈالی جائے۔
اور دہوپ و بارش سے محفوظ رہنے کے لئے بانسوں پر چٹائیاں کھڑی کرکے
سایہ کر دیا جائے جب پودے چار پانچ انچ اونچے ہو جائیں اور گھنے ہوں تو ان
کو اکھاڑ لیا جائے اور ہر ایک پودے کا باہمی فاصلہ چاروں طرف سے چار چار
انچ رکھا جائے اور چٹائی اُتار لی جائے۔ اور ماہ فروری کے آخر میں احتیاط سے
پودوں کو اکھاڑ اکھاڑ کر سرد اور سایہ دار جگہ میں لگا دیئے جائیں۔ علاوہ دہوپ
کے بارش سے بھی حفاظت ہونا ضروری ہے۔ ورنہ زیادہ بارش سے یقیناً
جل جاتے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں ہے کہ میدانوں میں موسم گرما اور برسات میں اس کا
سرسبز رکھنا آسان نہیں ہے عمدہ تدبیر یہ ہے کہ جاڑہ کے موسم میں زیادہ تعداد
کے ساتھ اسکے پودے کاشت کئے جائیں اور موسم گرما آتے آتے جو خوب
شاداب و سرسبز ہوں ان کو اکھاڑ کر پتے توڑ لئے جائیں اور بہ احتیاط خشک
کرکے بوتلوں میں بند کرکے آیندہ استعمال کے لئے رکھدیا جائے۔

پہاڑی علاقوں میں اس کی تخم ریزی مارچ اور اپریل میں کیجاتی ہے۔

مارجورم یعنی بن تلسی - دونا)

میرا خیال ہے کہ یہ ایک ادنی چیز ہے - باورچی خانہ میں استعمال کے قابل میں اسکو خیال نہیں کرتا - تمام سال کھلی ہوئی کیاریوں میں خوب ہوتی ہے - اور اس کی کاشت میں کسی احتیاط و توجہ کی ضرورت نہیں ہوتی - اگر ہر سال اکتوبر میں نئے بیجوں یا جڑوں سے جدید پودے تیار کئے جائیں تو خوشبو اچھی رہتی ہے -

---

نوٹ نمبر ۱۷ - بن تلسی کے پتوں میں خوشبو ہوتی ہے - اسکی خوشبو قریب قریب دونامروا کی خوشبو سے ملتی جلتی ہے یہ ایک بہت معمولی چیز ہے یہانکے باغات میں بکثرت خودرو بھی ہوتی ہے - اسکی تخم ریزی وسط کنوار میں کیاریوں کے اندر چھڑکواں کیجاتی ہے اسکے اُگانے کیلئے باغ کی معمولی مٹی میں کھاد اور قدرے ریت کا جزو ملا کر ڈالتے ہیں جو مفید ہوتا ہے اور اسکی پود ذخیرہ میں بھی بو کر تیار کرتے ہیں جب پود چار انچ کی ہو جاتی ہے تب قرینہ پر کیاریوں اور گملوں میں لگاتے ہیں - اسکے درخت خوشنما ہوتے ہیں فروری اور مارچ میں اسکے درخت خشک ہونا شروع ہوتے ہیں جب خشک ہو جاتے ہیں تو اسکا تخم درختوں سے جھاڑ کے آیندہ موسم کی تخم ریزی کے لئے رکھ چھوڑتے ہیں اسکے خوشبودار پتوں کا استعمال ہندوستانی باورچی خانوں میں تو نہیں ہوتا البتہ انگریزی باورچی خانوں کے کام میں لائے جاتے ہیں اور اکثر اسکے پتوں کو دوا کے کام میں بھی لاتے ہیں

ٹائم یعنی اَرپا

اِس کی کاشت اِس کے خوشبودار پتوں کے لئے کی جاتی ہے جسکو بطور مصالحہ استعمال کیا جاتا ہے ڈاکٹر وہیٹ صاحب فرماتے ہیں کہ اسکا درخت کلکتہ کے بوٹانیکل گارڈنس میں بیس سال سے زائد عرصہ تک رہا لیکن ایک سال بھی اس میں پھول نہ آیا۔ گرمی اور بارش کے موسم میں اسکے زندہ رکھنے میں مجھے بڑی دقت ہوتی تھی اور بالآخر میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اسکی کاشت و نگہداشت بھی ہمیشہ مثل انگریزی سیج یعنی کافوری کے کی جائے۔ یعنے سالانہ اکتوبر میں اس کی

نوٹ نمبر ۱۸۔ مینے چند مرتبہ ٹائم کی کاشت اِس طریق سے کی ہے کہ ایک چبوترہ نرم مٹی اور کھاد کا زمین سے چھ انچھ اونچا بنا کے اوسپر ٹائم کا بیج چھڑک کر بویا تھا چھڑک کر بونے کا مقصود یہ ہے کہ بیج دور دور بویا جائے گھنا تخم بونے سے زبردست پودا نہیں ہوتا جب پودے چار چار انچ کی ہو تو اسکو کیاریوں میں نصب کیا جائے ایک درخت کا فاصلہ دوسرے درخت سے دو فیٹ رکھا جائے اسکے پتے میں خوشبو ہوتی ہے جسکے باعث اسکا استعمال انگریزی یا دیگر کھانوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ مارچ کے مہینے میں یہ خشک ہونے لگتا ہے اور آخر موسم گرما تک ضایع ہو جاتا ہے اسکی کاشت فصلی حیثیت سے ہوتی ہے کونڈیوں میں بھی لگاتے ہیں۔ ایک کونڈی میں ایک درخت ہونا چاہئیے۔ کونڈی میں لگانیسے یہ فائدہ ہے کہ دہوپ اور سایہ میں اسے تبدیل کر سکتے ہیں اسکے واسطے گوبر کا کھاد مفید ہوتا ہے

تخم ریزی کیجائے۔ اور موسم گرما شروع ہونے پر پتوں کو توڑ لیا جائے۔ اور سایہ میں خشک کر کے بوتلوں میں ڈاٹ لگا کر آئندہ استعمال کے لئے رکھدیا جائے

پہاڑی علاقوں میں مارچ و اپریل میں اس کی تخم ریزی کیجائے۔ ہندوستان کے سرد علاقوں میں ٹائم یعنے ارپا پیدا ہوتا ہے اور بآسانی وہاں سے منگا کر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

سُرخ مرچ

یوں تو مرچ کئی قسم کی ہوتی ہے لیکن اسکی دو قسمیں خاص ہیں۔ بڑی مرچ انگلی کے برابر ہوتی ہے۔ عموماً اس کو مرچا کہتے ہیں۔ اور چھوٹی تقریباً ڈیڑھ انچ لانبی ہوتی ہے جسے عموماً مرچی کہتے ہیں۔

نوٹ نمبر ۱۹۔ مرچ کی کاشت عموماً ہندوستان میں بکثرت ہوتی ہے۔ چنانچہ اطراف بھوپال و اسکے اضلاع میں بھی جو شہر خاص اور حصص ملک کے کام میں آتی ہے اور بیرونجات میں بغرض تجارت بھیجی جاتی ہے۔ مرچ اچھی اور تیز ہوتی ہے مجھے بھی اسکی کاشت کا اتفاق ہوا ہے۔ اقسام مرچ بہت ہیں۔ بہت قسمیں اسکی نمائشی ہیں جن کو گملوں میں لگاتے ہیں اور اُن میں پھل بکثرت آتا ہے اور بہت بڑی بڑی ہوتی ہیں ان تمام اقسام کی تخم ریزی کا ایک ہی طریقہ اور موسم ہے۔ بھوپال کے جمیع چودھریان باغات اپنے اپنے

ہندوستان میں بڑی مرچیں کئی قسم کی ہوتی ہیں بعض دیکھنے میں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں اگر سب قسموں کی مرچیں گملوں میں لگاکر برابر رکھی جائیں تو ان کے چھوٹے بڑے مختلف رنگ اور صورت کے پھل دیکھنے میں بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔

بعض نارنجی بعض گہرا سرخ۔ بعض زرد، اور ارغوانی سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک بہت خوبصورت ہوتی ہے۔ جو بڑے لیموں کی برابر اور چکنی ہوتی ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۱۵ متعلقہ باغوں میں مرچ کو بوتے ہیں اسکی فصل کا موسم سرما ہے۔ اگر موسم گرما میں آبپاشی اچھی طرح کیجاوے تو تمام سال دسترخوان کے لئے سبز مرچ دستیاب ہوسکتی ہے معمولی مرچ کا درخت دو سال سے زیادہ رہتا ہے خاصکر بونگیہ مرچ کی عمر بیس سال سے بھی زیادہ ہوتی ہے میرے تجربہ و عمل میں لونگیا مرچ بکثرت پھلتی ہے اور بے انتہا تیز ہوتی ہے جب اسکے پھل سرخ ہوجاتے ہیں تو ان کو بلبل بڑے شوق سے کھاتے ہیں اسکے درخت کو فصل کے اختتام پر قلم کرنا چاہیئے تاکہ پرانی لکڑیاں دور ہوکر نئی شاخیں نکل آویں اور پھل اچھے پیدا ہوں جمیع اقسام مرچ کے تخم کو شروع اساڑھ میں اول ذخیرہ میں بونا چاہیئے جب اسکے درخت پانچ چھ انچھ بلند ہوجائیں تو ذخیرہ سے نکالکر کھیت کی کیاریوں میں لگائیں جو اسکی کاشت کیلئے مخصوص کیا ہو ایک درخت کو دوسرے درخت سے کم سے کم دو فیٹ کے فاصلہ پر ہونا لازمی ہے کھیت کی زمین کو ہل بکھر لگاکر نرم

انگلستان سے ان کے بیج تخم فروشوں کے یہاں سے بہ آسانی دستیاب ہو سکتے ہیں۔ اور دس سے پندرہ قسم تک ان کے بیج فہرستوں میں ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک قسم جسے "سوئٹ اسپے نش" کہتے ہیں۔ کم کڑوی ہوتی ہے۔ سلاد میں ملا کر کھائی جاتی ہے۔

روزمرہ کے صرف کے لئے باغات میں صرف دو قسم کی مرچوں کی کاشت کرنا چاہیئے۔ عموماً ہندوستان میں جسے لال مرچ کہتے ہیں اور دوسری جسے دہن مرچ یا مرچا کہتے ہیں۔ مرچا بہت تیز اور کڑوی ہوتی ہے۔ اچار و چٹنی بنانے میں اس کا استعمال زیادہ کیا جاتا ہے نیپال کا مرچا بھی بہت عمدہ ہوتا ہے۔

اسکی تخم ریزی ہر موسم میں کیجاتی ہے۔ اور ہر موسم میں پھل آتا رہتا ہے معمولی

بقیہ نوٹ نمبر ۱۵۔ کر دینا چاہیئے اور خاطر خواہ کھاد کسی قسم کا سڑا ہوا ہو دینا چاہیئے۔ اس امر کا ضرور لحاظ رکھا جاوے کہ مرچ کا کھیت یا مرچ کی کیاریاں جو باغات میں ہوتی ہیں بارش کا پانی انمیں ٹھہرنے نہ پاوے میں نے دیکھا ہے کہ مرچ کی کاشت میں اکثر غلطی ہو جاتی ہے اول تو بیج بو کر ذخیرہ بدیر تیار کیا جاتا ہے۔ دوسرے زمین کو اچھی طرح کھود کر نرم نہیں بناتے کھاد کافی مقدار میں نہیں دیتے درختوں کو بہت قریب قریب لگاتے ہیں بارش کے پانی کو کیاریوں یا کھیتوں سے نکالنے کی فکر نہیں کیجاتی جو تمام کاشت کو برباد کر دیتا ہے ان غلطیوں کا نتیجہ ہوتا ہے کہ پیداوار کم و درخت کمزور ہو جاتے ہیں اگر بطریق مذکورہ ہر قسم کی نگرانی کا خیال رکھا جاوے تو فصل نہایت اعلیٰ پیدا ہو۔

باغات کی زمین ان کے لئے کافی ہوتی ہے اور سایہ دار جگہوں میں خوب ہوتی ہیں۔ پہاڑی مقامات پر مارچ سے جون تک اسکی تخمریزی کیجائے۔

آلو ۵۲

یورپ میں بہت قسم کے آلو کاشت کئے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں چار یا پانچ قسم سے زائد آلو دیکھنے میں نہیں آتے ہیں اور وہ بھی اونی اور گھٹیا ہوتے ہیں

نوٹ نمبر ۲۰۔ بھوپال سنٹرل انڈیا میں آلو کی بھی کاشت کیجاتی ہے اور یہاں زیادہ دو قسم کے آلوؤں کی کاشت کیجاتی ہے۔ ایک کا پوست کسیقدر زرد اور اندرونی حصہ زیادہ زرد نکلتا ہے۔ اور دوسرے کا پوست بھی خاکی رنگ کا (مٹ میلا) ہوتا ہے اور اندرونی حصہ میں بھی زردی کی کمی ہوتی ہے یہ دونوں اقسام قد و قامت میں بہت بڑے نہیں ہوتے اول الذکر کسی قدر لمبوا (دراز) آخر الذکر گول ہوتا ہے یہاں اساڑھ کے مہینے میں آلو کی کاشت کیجاتی ہے تاکہ آغاز سرما میں کارآمد ہوجائے دوسری مرتبہ آلو کی بونی کاتک کے مہینے میں کیجاتی ہے جسکی فصل پھاگن چیت تک تیار ہوجاتی ہے آلو کی کاشت کے لئے زمین حسب ذیل طریقہ پر تیار کیجائے تو بہتر ہے۔ یعنی زمین کو ہل بکھرے نرم کرکے اس میں لانبے برے یا نالیاں بنائی جاویں پھر نالیوں کو کم از کم ڈیڑھ فیٹ گہرا کھود کے معمولی ریت و گوبر کا کھاد اور گھوڑے کی سڑی ہوئی لید کا کھاد صاف کرکے ہر سہ اجزا کو ملا کر نالیوں میں

دیسی آلوؤں میں سُرخ آلو جیسے رڈکیلی فورنیتین۔ کہتے ہیں سب سے عمدہ ہوتا ہے لیکن
کم دستیاب ہوتا ہے۔ چند اقسام کے آلو حال میں چند برسوں سے یورپ سے
لا کر کاشت کیے گئے ہیں چنانچہ عموماً جن اقسام کے آلو یہاں کے بازاروں

بقیہ نوٹ نمبر ۲۔ بھر دے بعد اسکے چھوٹے چھوٹے آلو ایک دوسرے سے ڈہائی
یا تین فیٹ کے فاصلہ پر دبائے جاویں اور اگر آلو بڑے ہوں تو اُن کو تراشے اور ہر آلو
کے اکھوے کے سرے کو اوپر کر کے نیچے کے حصہ کو زمین میں دبا دے۔ یہ خیال رکھے
کہ ہر ایک اکھوے کا رخ حتی الوسع مضبوط مٹی میں سیدہا بسوے آسمان قایم کیا جاوے
جب آلو کلا دے اور ایک ایک فٹ اُسکے درخت بلند ہو جاویں اُسوقت درختوں کی
جڑوں پر مٹی چڑہا دی جائے تاکہ آلو موٹا و بیز ہو اگر درخت بلند ہو کر۔ پھول۔ دین تو تراش
دے اس سے جڑ کی جانب درخت زور کرتا ہے۔ اور آلو جو جڑوں میں پیدا ہوتا ہے
وہ بڑا ہوتا ہے آلو جب بڑہ چکتے ہیں اور اُن کی قوت نامیہ ختم ہو جاتی ہے تو پتوں کا رنگ
زرد ہو کر درخت مضمحل ہونا شروع ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ ضایع ہوتا ہے جو اس امر کی دلیل
ہوتی ہے کہ فصل تیاری کے قریب آگئی۔ جس وقت سب درخت خشک ہو جاویں
تو ان کو کاٹ کر پھینک دے اور ایک ہفتہ عشرہ پانی نہ دے بعدہ ایک درخت کو کھود
کر دیکھے اگر واقعی پختہ ہو گئے ہوں تو ان کو کھود لے ورنہ اور چند روز انتظار کرے ۱۸۵۹ء
میں کرنیل وارڈ صاحب بہادر سابق وزیر ریاست بھوپال نے چند اقسام کے آلو امریکہ
سے منگوا کر دئیے تھے۔ اور احاطہ لال کوٹھی و عیش باغ میں بوائے گئے تھے وہ بہت بڑے ہی

میں فروخت ہوتے ہیں۔ ان میں چند اقسام کی ایزادی اور ہوئی ہے۔ لیکن
اِن کی کاشت زیادہ تر پہاڑی علاقوں میں کی جاتی ہے۔ یورپ میں اگست
تک کھودنے کے لایق تیار ہوجاتے ہیں اور اگر اسی زمانہ میں یہاں روانہ
کئے جایئں تو تخم ریزی کے وقت تک بخوبی پہنچ سکتے ہیں۔

بقیہ نوٹ نمبر ۲۔ قسم کے آلو تھے جو کاٹ کر بوئے گئے تھے ہنگام تیاری بعض آدہ
آدہ سیر کے بعض اس سے زیادہ وزن کے پیدا ہوئے تھے یہاں کی زمین آلوں
کے لئے ناموافق نہیں ہے بلکہ موزوں ہے مصنف صاحب کا یہ قول کیا عجیب ہے کہ "باغ
میں آلو نہ لگایا جاوے ورنہ چوری ہوجاوینگے" چوری کے لئے باغ کے ساتھ آلو
کی کیا خصوصیت ہے باغ کے ہر پھول اور پھل کی تاک میں آوارہ گرد اور سارق
رہتے ہی ہیں جس طرح اور ہر قسم کی پیداوار کی حفاظت کیجاتی ہے اُسی کے ساتھ آلوؤں
کی بھی حفاظت ہوسکتی ہے سیئی۔ آلوؤں کی دشمن ہے جو اکثر کھیت کو برباد کردیتی
ہے چور تو گھاس کوڑے تک چرالیجاتے ہیں۔ جہاں چوری ہوتی ہے وہاں حفاظت
بھی ہوتی ہے۔ ہزاروں من آلو کی کاشت باغوں میں ہوتی ہے اور محض آم کے
باغ میں جبکہ وہ نصب کیاجاتا ہے اُسوقت سے لے کر جب تک درخت آم بڑے بڑے
نہ ہوجاویں کہ ایک درخت دوسرے سے ملجاوے اور سایہ میں پیداوار اچھی نہ ہو آلو کی
کاشت کرتے ہیں اس لئے کہ آلو کو پانی بہت زیادہ دیا جاتا ہے تو آم کو آلو کی گرمی اور
پانی کی سردی مفید ثابت ہوئی ہے اور آم کا باغ مخصوص قلمی آم کا باغ نہایت جلد تیار

اگرچہ ہندوستان کے بازاروں میں عامۃً آلو فروخت ہوتے ہیں اور ہر
شخص خرید کرسکتا ہے لیکن یہ مسئلہ قابلِ غور ہے کہ باغات میں جو آلو بوئے جاتے
ہیں تو لوگ چوری سے کھود لے جاتے ہیں۔ اور پتہ تک نہیں چلتا۔ تو ایسی

بقیہ نوٹ نمبر ۲۰ ۔ ہوتا ہے۔۔ امریکہ کے آلو کی مختصر کاشت کا نتیجہ گو بہترین ثابت ہوا۔
مگر پھر اسکی کاشت کی نوبت نہ آئی یہاں کے کاچھی آلوؤں کی کاشت سے اچھی طرح
واقف نہیں ہیں اکثر آبپاشی کے وقت اور زمین کے نرم بنانے میں غلطی کرتے ہیں۔
گو ان کو وقتاً فوقتاً ہدایت کی گئی ہے مگر وہ اپنی دُھن کے ایسے پکے ہیں کہ اصلاح و نصیحت
کو مضر سمجھتے ہیں اور اپنی آبائی عادت و طرز کاشت کی پیروی میں ثابت قدم رہتے ہیں۔
اِس لئے یہاں کاشت آلو کی کثرت مثل ہمسوانہ مقامات ساگر و اندور وغیرہ کے نہیں ہے
بلکہ بیرونی آمد کی زیادہ محتاجی ہے اور اکثر شہر میں نئے آلو کی آمد کا ساگر کی طرف سے انتظار
رہتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ عملاً فارم کے ذریعہ سے یہ طریقہ اُن کو بتایا نہیں گیا۔ اب عیش
باغ میں فارم قائم ہوا ہے امید ہے کہ آیندہ اُسکے بہترین نتائج ملک میں پھیلیں گے بشرطیکہ
کوئی ماہرِ فن اِس کا نگراں ہو اور کافی امداد مثل گورنمنٹ فارم کے ویجاوے۔ اور زیادہ
نفع کا خیال نہو۔ گورنمنٹ کا کام اکسپرمنٹیل فارم میں نفع کی نیت سے نہیں ہوتا ہے بلکہ
محض عملی تجربہ اور اہلِ ملک و رعایا کی آگاہی کے واسطے بشیتر کفایت شعار ماہرِ فن کام کرنیوالوں
کی کوشش کا ثمرہ نفع کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے نقصان بہت کم پایا گیا ہے۔
اور یہ کیا تھوڑا نفع ہے کہ ملک کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے یعنی وہ طریقہ ملک میں جاری

صورت میں ان کو باغات میں بونا کہاں تک مناسب ہوگا۔

اکتوبر کے آخر میں آلو بوئے جاتے ہیں اس ملک میں رواج سالم آلو بونے کا ہے۔ کیاریوں میں دو فیٹ کے فاصلہ سے تین تین چار چار انچ گہری نالیاں بنا کر ایک ایک فٹ کی دوری سے آلو گاڑدے جاتے ہیں جب درخت قریباً آٹھ انچ اونچے ہوجاتے ہیں تو ان پر نئی مٹی چڑہادی جاتی ہے اور چونکہ زمین خشک ہوجایا کرتی ہے اسلئے وقتاً فوقتاً پانی دیا جانا ضروری ہے۔ پھول کی کلیوں کو قبل کھلنے کے اگر توڑلیا جائے تو درختوں کو مفید ہوتا ہے۔

عمدہ اور طاقتور ریت ملی ہوئی ہلکی مٹی اس کے لئے زیادہ موزوں ہوتی ہے۔ لکڑی کی راکھ بدرجہ غایت مفید ہوتی ہے۔ لیکن جن کیاریوں میں تازی کھاد دی گئی ہو اُن میں راکھ نہ ڈالی جائے۔ یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ ایک ہی زمین میں متواتر دو فصلیں آلو کی نہ بوئی جائیں تو تو تڑا اور نئی زمین اسکو بہت مرغوب ہوتی ہے۔ کلیاں نکل آنے پر خیال کیا جاتا ہے کہ آلو پڑ گئے ہونگے مگر تا وقتیکہ پتی اور ڈنٹھل خشک ہو کر گر نہ جائیں اُسوقت تک آلو کو نہ کھودنا چاہیئے اگر اسکے خلاف عمل کیا گیا تو آلو خام برآمد ہونگے۔ قبل کھودنے کے ہفتہ عشرہ پانی بالکل بند کردیا جائے۔ خوب پختہ ہوجانے سے نہ صرف لذیذ ہی ہوجاتے ہیں

بقیہ نوٹ نمبر ۲۔ ہو کر ملک کی آمدنی کو بڑہاتا ہے۔ اسوجہ سے گورنمنٹ کی نظر اکسپرمنٹل فارم میں نفع کی نہیں ہوتی۔ بلکہ اکسپرمنٹل فارم نہایت فیاضی سے کھولے جاتے ہیں۔

ہیں، بلکہ عرصہ تک رکھے رہنے سے بگڑتے بھی نہیں ہیں۔

کلکتہ اور اُسکے قرب وجوار کے بازاروں میں آلو میدانی اور پہاڑی علاقوں سے تمام سال آتا رہتا ہے۔ ان مقامات میں دو مختلف موسموں میں اسکی کاشت کی جاتی ہے۔ میدانی علاقوں میں آلو وسط اکتوبر میں بوئے جاتے ہیں اور فروری میں کھودے جاتے ہیں اور اگست ستمبر تک کھانے کے قابل رہتے ہیں اس زمانہ میں پہاڑی علاقوں کے مارچ و اپریل کے بوئے ہوئے آلو تیار ہو جاتے ہیں اور بازاروں میں آنا شروع ہو جاتا ہے۔

ممالک متحدہ آگرہ واودھ میں علاوہ دیگر میدانی مقامات کے فتح پور سے آلو زیادہ آتا تھا۔ یہاں اس کی کاشت بہت کیجاتی ہے۔ لیکن یہ آلو جولائی تک کام دیتے تھے اور دو تین ماہ تک تاوقتیکہ پہاڑی علاقوں سے آلو نہ آئے بازاروں میں دستیاب نہیں ہوتا ہے۔

بنگلور اور اُسکے ملحقہ مواضعات میں آلو کی کاشت بڑے پیمانہ پر سال میں دو بار کی جاتی ہے ایک مئی یا جون میں اور دوسری اکتوبر یا نومبر میں میسور گورنمنٹ سالانہ دو ایک قسم کے جدید آلو دیگر ممالک سے منگا کر اپنی ریاست میں کاشت کا رواج دیتی ہے۔ ان میں سے بعض کو وہاں کی آب و ہوا و سرزمین موافق آگئی ہے۔ ایک قسم کا آلو یہاں عامۃً زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔ اِسکو رِک کٹ کی گڈی کہتے ہیں۔ زبان کناری میں گڈی پوٹی کو کہتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ ریکیٹ صاحب نامی اس آلو کو لائے تھے جو انھیں کے نام
سے مشہور ہو گیا ہے۔

پہاڑی علاقوں میں آخر مارچ اوسط اپریل تک اس کی کاشت کردی جاتی
ہے اور طریقہ کاشت بجنسہ مثل میدانی علاقوں کے ہوتا ہے۔

بیگن[۲۱]

ہندوستان کی تمام ترکاریوں میں سے ایک ترکاری بیگن بھی ہے اور
ملک کے تمام حصص میں عموماً اس کی کاشت کی جاتی ہے۔ یہ دو قسم کا ہوتا
ہے ایک کا پھل بڑی نارنگی کے برابر انڈے کی صورت کا ہوتا ہے۔ اور

نوٹ نمبر ۲۱ - بیگن کی بہت اقسام ہیں۔ سفید۔ نارنجی۔ گلابی۔ اودا۔ بعض گول بعض
دراز ہوتے ہیں۔ اسکی تخم ریزی دو مرتبہ سال میں ہوتی ہے اول بماہ اساڑھ اسکا ذخیرہ تیار
کرتے ہیں بعدہ اسکے پودوں کو باغات کی کیاریوں اور کھیتوں میں قرینہ پر لگاتے ہیں اسکا
ایک پیڑ دوسرے پیڑ سے تین فیٹ کے فاصلہ پر لگانا چاہیئے جو ایسا نہیں کرتے نقصان
اُٹھاتے ہیں۔ موسم بارش میں بیگن کی کیاریوں اور کھیتوں میں پانی کا بھرا رہنا مضر ہے
اگر پانی رکے تو اسکو فوراً بذریعہ نالی نکال دینا چاہیئے۔ بیگن کی کاشت نشیبی مقامات پر نہ کرنا
چاہیئے۔ کیونکہ بارش کا پانی بیگن کے کھیت میں رکھنے سے فصل کا نقصان ہوتا ہے

دوسرے کا پھل لانباشل توری کے ہوتا ہے۔ دونوں کے بیج چھوٹے چھوٹے چکنے گہرے سرخ رنگ کے ہوتے ہیں اور بعض چتلے بھی ہوتے ہیں۔

جنرل ایف جنکنسن صاحب نے اطلاع دی تھی کہ پٹنہ میں پانچ قسم کا بیگن ہوتا ہے جنکے نام معہ خاصیت یہ ہیں۔

(۱) مانک بیگن۔ تین سے پانچ سیر تک کا گول سیاہ رنگ۔

بقیہ نوٹ نمبر ۱۲۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ بیگن کی کاشت کسیقدر بلندی پر کیجائے یا بارش میں مٹی ڈالکر زمین بلند کردیجائے اور اگر بارش میں کمی ہو تو چرس سے پانی دینا چاہیئے اور جب زمین خشکی پر آئے تو اُسے گوڑ دینا چاہیئے اسی طرح دو چار مرتبہ گوڑ دینا بیگن کی کاشت کو زیادہ مفید ہوتا ہے۔

بیگن کی دوسری فصل کا ذخیرہ بماہ پوس تیار کرنا چاہیئے۔ اور کیاریوں میں کھیتوں میں پود کو پھیلا دینا چاہیئے۔ اور ہفتہ میں ایک یا دو مرتبہ بخوبی آبپاشی کی جائے جب تک کہ درختان قائم ہو کر کافی سرسبزی نہ لادیں اُن کو گوڑنا چاہیئے اِس سے پھل کی بالیدگی کو نفع کثیر پہنچتا ہے اور تمام سال بیگن کی فصل ختم نہیں ہوتی بلکہ ایک سال سے دوسرے سال تک درخت قائم اور پھلتے رہتے ہیں میرا تجربہ ہے کہ بیگن کی کاشت کو موسم گرما میں عدم توجہی یا کمی آبپاشی سے بہت نقصان پہنچتا ہے درخت بہت جلد خشک ہو جاتے ہیں لہذا گرم موسم میں ہر چوتھے روز پانی دینا چاہیئے۔ بیگن کا درخت مدت دراز تک رہ سکتا ہے بھوپال میں بیگن کا ایک درخت چودہ فیٹ بلند اور دس فیٹ کے دور میں میاں اکبر محمد خاں صاحب نصف

(۲) گوروسنٹا - چھوٹا ہوتا ہے -

(۳) بارہ مسیا - گول اور سیاہ -

(۴) ولایتی - مستطیل مگر گولائی لئے ہوئے - رنگ سفید -

(۵) بھاٹن - خاردار ہوتا ہے، پھل گول ہوتا ہے -

شروع بارش میں تخم ریزی کر دی جاتی ہے اور ڈیڑہ فیٹ کے فاصلہ سے کیاریوں میں پودے لگائے جاتے ہیں - اگرچہ مثل دیگر ترکاریوں کے زوار زمین اس کو بھی مفید ہوتی ہے لیکن باغات کی معمولی زمینوں میں بھی کامیابی کے ساتھ پیدا کیا جا سکتا ہے -

بقیہ نوٹ نمبر ۲۱ - مرحوم جاگیردار کے باغ موسومہ مہامائی میں تھا جو اسٹیشن ریلوے بھوپال سے قریب واقع ہے اس میں ہر سال اودے رنگ کے گول بیگن آتے تھے اس درخت کے دیکھنے کو مخلوق دور دور سے وہاں جایا کرتی تھی درخت مذکور اسقدر مضبوط تھا کہ چودہ برس کے عمر کے لڑکے کو میں نے خود اسپر چڑہتے دیکھا ہے جسکے بوجھ سے درخت مذکور کی شاخوں کو نقصان نہیں پہنچا تھا - یہ درخت اُن کے باغ میں سالہا سال رہا آخر کو کاٹ کر پھینکدیا گیا - اور اس فعل عبث سے بجز افسوس اور کچھ حاصل نہوا - غرضکہ بیگن ایک عجیب قسم کا پھل ہے جسکو حکیم خاقانی نے بقول اپنے مدت میں پہچانا تھا ؎

"پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی
کہ بورانیست بادنجان و بادنجان بورانی"

اگست میں اسکی فصل تیار ہو جاتی ہے، اور جاڑہ کے آخر تک رہتی ہے ابتدائی دو تین ماہ تک جب دوسری ترکاریاں دستیاب نہیں ہوتیں تو اس کی قدر بڑھ جاتی ہے۔

گرم اور مرطوب کوہی علاقوں میں اس کی کاشت پہاڑی لوگ بہت کرتے ہیں۔ اپریل و مئی میں تخم ریزی کرتے ہیں۔ اور جولائی سے ستمبر تک اس کی فصل وہاں رہتی ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر۱۲ - طریقہ کاشت بیگن حسب ذیل ہے۔ زمین کو ہل بکھر سے تیار کرکے اُس میں کیاریاں بنائی جاویں اور کیاریوں میں گوبر کا کھاد یا چرکین کا کھاد جو میسر ہو مناسب و کافی مقداریں دینا چاہیئے۔ ضرورت کا اندازہ بتجربہ کاشت کار یا باغبان کو بتلا دیتا ہے۔ بھوپال کے باغات سرکاری میں بھی بیگن کی فصل اچھی ہوتی ہے اور کاشتکاروں کے یہاں بھی نہایت عمدہ فصل تیار کی جاتی ہے۔ یہاں کی آب و ہوا بیگن کی کاشت کے لئے مفید ہی بیگن کو موسم سرما میں جبکہ درخت نہایت سرسبز اور شاداب پھول دیتے ہوئے ہوتے ہیں پالا سخت نقصان پہنچاتا ہی اور کھیت کے کھیت پالے کے اثر سے جل جاتے ہیں اسلئے مناسب ہوگا کہ جاڑہ کے موسم میں جب پالے کا اندیشہ ہو بیگن کی آبپاشی میں کمی کرنا چاہیئے اسکے سوا اور کوئی بہترین تدبیر اس خطرہ سے بچانے کی نہیں ہے۔

ولایتی بیگن [۲۲]

ولایت کے تخم فروش تاجروں کی فہرستوں میں کئی قسم کے ولایتی بیگن
دیئے ہوتے ہیں۔ ایک فہرست میں بیس ۲ قسم کے ولایتی بیگن دیئے دیکھے گئے
شوقیہ اور آرائش کی غرض سے جو اقسام اسکے بوئے جاتے ہیں ان کو چھوڑکر

نوٹ نمبر ۲۲۔ ولایتی بیگن جسکو مارو بیگن بھی کہتے ہیں اسکی کاشت سرکاری باغات میں
اس طریق پر کیجاتی ہے کہ ماہ اساڑھ سے پیشتر اسکے تخم کو ذخیرہ میں بوکر پود تیار کر لیتے ہیں
جب پود اچھی کی ہوجاتی ہے تو اسکو پہاڑی مقامات مثل باغیچہ جات لال کوٹھی۔ احمد آباد۔ کوٹھی شملہ
نور باغ میں کیاریاں بنا کر اور اچھی طرح سے گوبر یا لید کی خوب سڑی ہوئی کھاد ڈالکر تین تین
فیٹ کے فاصلے سے ان میں پود نصب کر دیتے ہیں چونکہ اسکا درخت زیادہ پھیلتا ہے
اسلئے اسکے گرد لکڑیاں نصب کر دیتے ہیں تاکہ اسکی بیل اُنپر چڑھے۔ یہ پود موسم بارش
میں بڑھکر لانبی لانبی بیلیں ہوجاتی ہیں اور آخر بارش میں ان درختوں میں پھول و پھل آتے
ہیں جو آغاز موسم سرما میں پختہ اور سرخ ہوکر انگریزی اور ہندوستانی مذاق کے مطابق
استعمال کے قابل ہوجاتے ہیں۔ مسطورہ بالا پہاڑی مقامات پر جو کاشت کیجاتی ہے۔
اچھی طرح کامیابی ہوتی ہے۔ پہاڑی مقامات پر درختوں کی جڑوں میں پانی ٹھہر نہیں
سکتا ہے اسلئے درخت بھی گلتے و سڑتے نہیں ہیں بلکہ نہایت اچھی حالت میں قائم رہتے ہیں

بطور ترکاری کے ایک یا دو قسم کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ پورا ئی قسم جس کی کاشت
عموماً کیجاتی ہے ۔ اس میں قاشیں پڑجانے کی وجہ سے علاوہ بدصورت ہونے
کے اکثر نشانات پر پھٹ جاتا تھا ۔ ناسپاتی نما سرخ بیگن دیکھنے میں زیادہ

بقیہ نوٹ نمبر ۲۲۔ ایسے مقامات کی کیاریاں بناتے وقت دو باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے
اول کیاریاں ڈہلوان بنائی جامیئں دوسرے کیاریوں میں کھاد زیادہ دیا جائے کیونکہ
بارش کے پانی سے کھاد دُہل کر بہ جاتا ہے اگر کم دیا گیا تو درختوں کی خوراک کے لئے
کم ہوگا اور اگر اچھی طرح کھاد دیا گیا تو بارش سے بہ جانے کے بعد بھی درختوں کی خوراک
کے لئے کافی بچ جاویگا بارش کے موسم بار و بیگن گو قد و قامت میں چھوٹا ہوتا ہے
مگر ذائقہ میں اچھا ہوتا ہے ۔ لیکن جو پود بھادوں کے مہینہ میں پہاڑی مقامات پر تیار کیجاتی
ہے اسکا پھل ویسا ہی بڑا ہوتا ہے جیسا کہ میدانی مقامات کا۔

دوسری تخم ریزی بار و بیگن کی میدانی مقامات پر بھادوں کے مہینے میں اس طرح
کی جاتی ہے کہ چھ انچ کا اونچا چبوترہ کھاد و مٹی کا تیار کر کے اُسپر تخم ریزی کر کے پود تیار
کرتے ہیں تو وہ پود شروع کیتوار تک قرینہ پر لگانے کے لایق ہوجاتی ہے اُسوقت
وہ کھیت جو ہل بکھرے سے تیار کر کے چھوڑ دیا گیا ہے اُس میں گوبر یا لید کا سڑا ہوا کھاد
دیکر یہ پود نصب کر دیجاوے یہ طریقہ کاشت میدانی مقامات کے واسطے نہایت مناسب
ہے جہاں پر کہ موسم بارش میں بیگن مذکور کی کاشت نہیں ہوسکتی اس لئے کہ ان مقامات
پر بارش کا پانی سطح زمین پر بہت ٹھہرتا ہے اور زمین سیجد تر رہتی ہے ۔ اگر بیگن مذکور

خوبصورت ہوتا ہے اور اس عیب سے پاک ہوتا ہے۔ ٹرانی بیگن سب سے بڑا ہوتا ہے۔ لیکن "ہتہ وے اک سل سیستر" بیگن جو حال میں خاص ترکیبوں سے پیدا کیا گیا ہے۔ اسکے متعلق رسالہ ہارٹیکلچرل میں ایک صاحب یوں لکھتے ہیں۔

بقیہ نوٹ نمبر ۲۲۔ لگایا جائے تو زیادہ تری کی وجہ سے سڑ جاتا ہے لیکن کنواریں بارش ختم ہونے کے بعد مذکورہ بالا طریق پر کاشت کرنا مفید ثابت ہوا ہے ہر ہفتہ آبپاشی کرنا اور جب زمین میں نمی کم ہو چلے مارو بیگن کی کیاریوں کو گوڑنا بہت فائدہ مند ہے۔ اِس موسم کا بیگن پھاگن چیت۔ بیساکھ تک بخوبی پھل دیتا ہے بشرطیکہ آبپاشی کا معقول انتظام کیا جاوے گو ماہ پھاگن میں یہاں زیادہ گرمی نہیں ہوتی ہے تاہم تمازت آفتاب سے درختوں کو نقصان پہونچنے لگتا ہے پتوں کا خشک ہونا شروع ہو جاتا ہے پھل چھوٹے پڑ جاتے ہیں پھول بہت ہی سکڑے ہوئے ہوتے ہیں لیکن جو پھل کہ موسم سرما سے آنا شروع ہو جاتے ہیں وہ آغاز موسم گرما تک بڑے ہوتے ہیں یہاں مارو بیگن کو نہایت شوق سے کھاتے ہیں بازاروں میں بکثرت فروخت کے لئے آتا ہے بڑے بڑے پختہ پھلونکو انتخاب کرکے انکا تخم خشک کرکے آیندہ موسم کے واسطے کانچ کی بوتلوں میں سخت ڈاٹ لگا کر رکھے تاکہ ہوا اور سیل اندر داخل نہ ہو سکے اور آیندہ کام میں لایا جا سکے بھوپال کے تمام باغات میں مارو بیگن بہت پیدا ہوتا ہے۔ یہاں کی پہاڑی اور میدانی زمین اسکے لئے نہایت موزوں ثابت ہوئی ہے۔ مارو بیگن کی ایک قسم جسکا نام (رابنڈی روزہ) ہے بہت بڑا اور پُرگوشت

اس کا درخت قوت دار اور خوب پھیلنے والا ہوتا ہے۔ پھل بڑا بھاری اور خوبصورت مثل گیند کے گول ہوتا ہے۔ قاشیں نہیں ہوتیں۔ اور اندر تک پختہ ہوتا ہے۔ چھلکا پتلا۔ چکنا اور چمکدار رہتا ہے اور گودا کسی قدر خفیف سختی لئے ہوتا ہے۔ ٹکڑے کر کے سلاڈ میں ملانے کے لئے سب سے عمدہ یہی ہوتا ہے اور عام طور پر کاشت کرنے کے لئے بہترین ولایتی بیگنوں میں اسکا شمار کیا جاتا ہے رائل ہارٹیکلچرل سوسائٹی نے بمقام "چسوک" کاشت کرا کے آزمایش کی تھی اور اول درجہ کا سرٹیفکیٹ دیا تھا۔

"چری" اور "رڈ کرنٹ" کے پھل چھوٹے ہوتے ہیں اور آرائش کے کام کے ہوتے ہیں۔ ایک اور قسم "گولڈن ڈراپ" ہوتی ہے۔ بیر کی صورت اور اسی کے برابر ہوتا ہے۔ رنگ چمکدار سنہرا ہوتا ہے لیکن مزہ معمولی قسم کے بیگن

بقیہ نوٹ نمبر ۲۲۔ ہوتا ہے یعنے اسکو بو کر تجربہ کیا ہے کہ مارو بیگن کے درخت جن کی شاخیں بیلیا ہوتی ہیں جھانکڑوں پر چڑھا دینا چاہیئے تاکہ شاخیں ٹوٹنے اور پھل سڑنے نہ پاوے اسکی کاشت میں بعض اوقات سخت غلطی ہو جاتی ہے کہ اس کو جھانکڑوں پر نہیں چڑھاتے اس کی شاخیں کیاریوں میں پڑی رہتی ہیں اور مزدور جو کیاریوں میں کام کرتے ہیں اُن کے پاؤں سے کچل کر شاخیں برباد ہو جاتی ہیں۔ اور بیل زمین کی تری سے سڑ گل جاتی ہے۔ اِس لئے جھانکڑوں پر یا منڈوا بنا کر چڑھانا زیادہ مفید ہے۔

کی طرح ہوتا ہے۔

اکتوبر کے مہینے میں طشتریوں یا گملوں میں ان کے بیج بوئے جاتے ہیں اور ایک ایک گز کی دوری سے پودوں کو باغ میں کسی جگہ گاڑ دیا جائے۔ یورپ میں عموماً جس شاخ میں پھول نکلتے ہیں اُن کے سروں کو نوچ دیا جاتا ہے لیکن اس ملک میں اس کی تکلیف گوارا کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ دو فصلیں متواتر ایک ہی زمین میں نہ بوئی جائیں۔

معمولی قسموں میں سے ایک اور قسم کا ولایتی بیگن بیر کے برابر ہوتا ہے شروع بارش میں بویا جاتا ہے اور اکتوبر میں جا کر فصل تیار ہو جاتی ہے۔

پہاڑی علاقوں میں مارچ کے مہینے میں طشتریوں اور کونڈیوں میں بیج بو دے جائیں اور نیچے سے گرمی پہنچائی جائے جب اچھٹوں پتی نمودار ہو تو عمدہ زمین کی کیاریوں میں پودے نصب کر دیئے جائیں۔

شکر قند ہندوستان کے تمام ملک میں عامتہً بوئی جاتی ہے اور دیسی

نوٹ نمبر ۲۳۔ شکر قند کی کاشت گرد و نواح بھوپال میں اس وجہ سے کم کیجاتی ہے کہ خاصکر مواضعات خانو گاؤں و بوریں بھٹہ میں زیادہ ہوتی ہے۔ اسکی کاشت کے لئے وہ

ترکاریوں میں سے ایک یہ بھی ہوتی ہے ۔ اسکی بیلیں بہت پھیلتی ہیں اور گلابی رنگ کا پھول ہوتا ہے اسکی جڑیں گول لانبی اور ایک انچ یا کچھ زیادہ موٹی ہوتی ہیں ۔ آلو کی طرح گداز ہوتی ہیں ۔ اور شیریں ہوتی ہیں ۔ یہ دو قسم کی ہوتی ہیں ایک سُرخ اور دوسری سفید سُرخ شکرقند عمدہ سمجھی جاتی ہے ۔ جہاں آلو دستیاب نہیں ہوتا وہاں شکرقند بطور اسکے قائم مقام کے استعمال کیا جاتا ہے اگرچہ بوجہ مٹھاس کے

بقیہ نوٹ نمبر ۲۳ ۔ زمین بہتر ہوتی ہے جو نرم وسیاہ پھٹنے والی ہو اسکو زیادہ ترجیح دیتے ہیں اس لئے کہ شکرقند کو مثل آلو کے اپنی موٹی جڑوں کو زمین میں پھیلانا ہوتا ہے ۔ اگر زمین سخت ہو تو شکرقند کلک کی طرح پتلی و بدمزہ ہوتی ہیں اگر زمین نرم ہے تو بہتر ہے اسکی کاشت میں کھاد کا استعمال شاذ و نادر کیا جاتا ہے کیاریوں کو کم پانی دے وقتاً فوقتاً گوڑتا رہے اور آبپاشی سے کھیتوں کو سیراب کر کے کھیتوں اور کیاریوں میں حسب مذکورہ گوڑہ دینا مفید ہے اس لئے کہ زمین نرم ہو جاتی ہے اور گانٹھ دار چیزیں زمین میں موٹی اور گداز ہوتی ہیں یہاں سُرخ پوست والی شکرقند زیادہ ہوتی ہے سفید کو مینے یہاں بہت کم دیکھا ہے یہاں اسکے ذخیرہ کرنے کا موسم اور ۔ ترکیب یہ ہے شکرقند کی بیلوں کے سرے ہاتھ بھر لانبے کاٹ لئے جاتے ہیں جنکو قلمیں کہنا چاہئیں ۔ یہاں ان قلموں کے لئے ایک خاص اصطلاح مقرر ہے جسکو پیڑی کہتی ہیں ۔ شکرقند کھودنے کے بعد فوراً ان بیلوں کی قلمیں کاٹ کر کیاریوں میں بطور ذخیرہ بماہ چیت و بیساکھ لگا دیتے ہیں اور پانی کا خیال رکھتے ہیں تاکہ خشک ہونے پاوے اس وقت کی لگائی ہوئی قلموں کو بھادوں اور کنوار میں قرینہ پر کھیتوں میں اور کیاریوں میں جو اسکے واسطے

بعض لوگوں کو زیادہ مرغوب نہیں ہوتا۔

اس کی جڑیں جون میں لگائی جاتی ہیں کیاریوں میں قطاریں بنا کر ڈیڑھ ڈیڑھ فیٹ کے فاصلہ سے جڑیں دبا دیجاتی ہیں اور جاڑہ میں کھانے کے قابل فصل تیار ہوجاتی ہے باغات میں اس کی کاشت شاذونادر کیجاتی ہے۔ اسکے لئے کھیت زیادہ موزوں ہوتے ہیں۔ پہاڑی علاقوں کے باغات میں اسکی کاشت نہیں کیجاتی ہے۔ پہاڑی لوگ ایسے گرم اور مرطوب گھاٹیوں میں اپریل مئی میں اسکی جڑوں کو بوتے ہیں۔

بیت المقدس کا ہاتی چک

اس لذیذ ترکاری کی کاشت ہندوستان کے اکثر ممالک میں بہت

بقیہ نوٹ نمبر ۴۳۔ تیار کی گئی ہیں ایک بیل کو دوسری بیل سے تین فیٹ کے فاصلہ پر لگاتے ہیں آبپاشی کا بہت خیال رکھتے ہیں کہ خشک نہ ہوجاویں۔ کثرت آبپاشی کرنا مضر ہے اس لئے کہ زیادہ آبپاشی کی وجہ سے بیلیں زیادہ طویل اور زوردار ہوجاتی ہیں شکرقند زمین میں بہت کم پڑتی ہے اگر پانی کم اور کفایت سے دیا جاویگا تو بیلیں چھوٹی اور کمزور رہیں گی۔ مگر شکرقند زمین میں موٹی اور زیادہ مقدار میں ہونگی۔

نوٹ نمبر ۴۴۔ آرٹی چوک کی گانٹھیں کو منصوری سے ایک مرتبہ کرنیل وارڈ صاحب

کامیابی کے ساتھ کی جاتی ہے۔ ہاتی چک کی گانٹھیں (امراد خو ہاتی چک سے
ہے) کھائی جاتی ہیں اور نومبر میں اسکی فصل تیار ہوتی ہے معمولی باغیچہ کی زمین
بلا زیادہ کھاد ملائے ہوئے اسکے لئے زیادہ موزوں ہوتی ہے۔ مئی کے مہینہ
میں اسکی جڑیں کیاریوں میں ڈہائی ڈہائی فیٹ کے فاصلہ پر قطاریں بنا کر تین تین
انچہ گہری بودی جاتی ہیں۔ تین سے چار فیٹ تک اسکے پودے ہوتے ہیں۔
اور سورج مکھی کے مانند بہت سی کلیاں نکالتے ہیں کھلنے کے قبل اگر ان کو توڑ
لیا جاوے تو پودوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ کسی حالت میں پھول کھلنے نہ دیا جاوے
نومبر تک ہاتی چک کھانے کے قابل تیار ہو جاتا ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۴۲ ۔ بہادر سابق وزیر ریاست بھوپال نے منگوائیں تھیں اور وہ باغیچہ لال کوٹھی
عیش باغ ۔ و باغیچہ کوٹھی قدیم واقعہ جہانگیر آباد کے پچھواڑوں میں بوئی گئیں تھیں اور سالہا
سال تک اس کی کاشت کم پیمانہ پر برابر یہاں ہوتی رہی۔ طریقہ کاشت یہ ہے کہ آخر ماہ
جولائی میں لانبی نہریں دو فیٹ گہری اور ایک فٹ چوڑی کھود کر ان نالیوں کی مٹی
میں گوبر کا سڑا ہوا پرانا کھاد ملا کر بھر دینا چاہئیے تین تین فیٹ کے فاصلہ سے چھ چھ انچہ گہری
ایک ایک گانٹھ نالیوں میں بودی جائے ۔ یہ گانٹھیں پندرہ بیس روز میں پھوٹ آتی
ہیں اسکے درخت تمام بارش خوب سبز لہلہاتے رہتے ہیں۔ اکتوبر کے مہینے میں زرد رنگ
کے پھول آتے ہیں ان پھولوں اور کلیوں کو پہلی مرتبہ توڑ ڈالتے ہیں پھر پندرہ روز بعد اسکے
درختوں کو سطح زمین سے دور کر دینا چاہئیے اور پندرہ روز تک اسی حالت میں آڑی چوک کے

زمین سے کھود نے کے بعد ان کو خشک مٹی میں دبا کے رکھنا چاہیئے
تاکہ خراب نہ ہوں، ورنہ ہوا لگنے سے سکڑ جاتے ہیں۔
عام طور پر پہاڑی علاقوں میں اسکی کاشت نہیں کیجاتی لیکن اپریل میں
جڑیں بوئی جائیں تو اگست میں اچھی فصل تیار ہو سکتی ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۲۱۔ زمین میں رہنے دیں تاکہ گانٹھیں پختہ ہو جائیں بعد اسکے کھود کر کام
میں لائیں کھودنے سے قبل ان کی نہروں میں اگر ہلکا سا پانی پھیر دے تو اس سے یہ
فائدہ ہوتا ہے کہ زمین نرم ہو جاتی ہے اور آرٹی چوک کے کھود کر نکالنے میں آسانی
ہوتی ہے اسکی ترکاری بہت کھائی ہے لذیذ ہوتی ہے البتہ ایک قسم کی خفیف
ہیک ضرور ہوتی ہے جسکو اکثر لوگ ناپسند کرتے ہیں گوشت میں ڈالنے یا ترکاری پکانے
سے ہیک کم ہو جاتی ہے تاہم کچھ نہ کچھ باقی رہتی ہے اسکی گانٹھیں میلی میلی ہم شکل اور کم
وار وہی کے ہوتی ہیں جبکہ آرٹی چوک کھود لیا جاوے اُس وقت اچھی پختہ گانٹھیں آیندہ بونے
کے لئے انتخاب کر کے رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کنالی یا مٹکہ یا کوٹھری میں اول مٹی بچھاوے
بعد اسکے مٹی کے اوپر آرٹی چوک کی گانٹھوں کو رکھدے اور پھر ان کے اوپر مٹی ڈال کر
چھپا دے پندرہ بیس روز میں اس ڈھیر کے اوپر مٹی کے ہزارے سے بہت ہلکا پانی
چھڑک دے تاکہ بہت خفیف نم گاہے ماہے ملتی رہے جو مفید ہوتی ہے۔ اسکی کاشت
کے لئے آبپاشی کا طریقہ یہاں یہ ہے اگر موسم بارش میں امساک بارش ہو تو گاہے گاہے
پانی دینا چاہیئے اور بعد اختتام بارش آغاز موسم سرما میں ہر ماہ دو دو تین تین مرتبہ ان کی نہروں کو پانی

گلوب ہاتی چاک

میرا خیال ہے کہ بہ نسبت انگلستان کے ہندوستان میں اس ترکاری
کی کاشت زیادہ ہوتی ہے۔ اور یہاں زیادہ مشہور بھی ہے غالباً اس کی کاشت
ولایت کے معمولی باغات میں اسلئے نہیں کی جاتی کہ اسکے پودے زیادہ زمین
کو گھیرتے ہیں۔

بقیہ نوٹ نمبر ۲۴۔ دینا چاہیئے اسکی کاشت کے لئے زیادہ آبپاشی کی ضرورت نہیں ہوتی
ہے۔ اس لئے کہ اس کی پرورش کا بہت بڑا زمانہ موسم بارش میں گذر جاتا ہے جو اسکے
لئے قدرتاً مفید ہے۔ مصنف صاحب نے آرٹی چوک کی کاشت کے لئے زیادہ کھاد کا
استعمال نامناسب تحریر فرمایا ہے میدانی مقامات پر اگر کھاد کم دیا جائے تو بہتر ہے البتہ پہاڑی
مقامات پر جو باغیچہ کی مٹی ہو اس میں کھاد بمقابلہ کمی کے کافی مقدار میں ملانا چاہیئے۔ اس لئے
کہ پہاڑی اور کوہی باغیچہ جات میں جو مٹی پھول اور ترکاری کی کاشت اور پرورش کے لئے
میدانی مقامات سے لاکر پہاڑیوں پر ڈالی جاتی ہے ان کی تاثیر موسم کے اثرات سے جلد
تبدیل ہو جاتی ہے اسی طرح پر کھاد کا جو استعمال کیا جاتا ہے وہ بھی ایک بارش کے بعد
دھل کر سست ہو جاتا ہے جسکی طاقت ایک کمزور مٹی کے برابر بھی نہیں رہتی اس لئے میں
اپنے تجربہ کے مطابق یہاں ضرور لکھوں گا کہ میدانی مقامات میں کم اور پہاڑی باغیچہ جات میں

آخر جولائی سے شروع ستمبر تک اسکی کاشت کا زمانہ ہوتا ہے اور تخم ریزی کی دسویں یا بارہویں دن بیج جم آتے ہیں۔ گملوں میں تخم ریزی کرنی چاہیئے اور گملوں کو کسی سایہ دار جگہ میں رکھا جائے تاکہ بارش کے پانی سے محفوظ رہیں۔ لیکن حتی الامکان روشنی خوب پہنچانی چاہیئے۔ ورنہ کونپلیں نمی کی وجہ سے ضائع ہو جائیں گی۔

اس درخت کی موصلی یعنی اصلی جڑ بہت لانبی ہوتی ہے اور عرصہ کے بعد گملے سے منتقل کی گئی تو اس کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے جب درخت ایک ہاتھ کی برابر لانبے ہو جائیں تو اکھاڑ کر کیاریوں میں تین تین فیٹ کی دوری سے نصب کر دینا چاہیئے۔ مثل دیگر ترکاریوں کے طاقتور زمین میں اس کو بونا چاہیئے۔ میں نے سنا ہے کہ ہاتی کی لید کی کھاد اس کے لئے زیادہ مناسب ہوتی ہے اور جانتا ہوں کہ اکثر لوگوں نے استعمال بھی کیا ہے۔ لیکن جہانتک میرا تجربہ ہے کچھ خاص طور پر کھاد مذکور مفید نہیں پائی گئی۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ

بقیہ نوٹ نمبر ۲۴۔ آرٹی چوک کی کاشت کے لئے کافی مقدار میں کھاد کا استعمال کیا جائے اسکی کاشت کے لئے گوبر کا پڑانا کھاد اور گھوڑے کی لید کا کھاد جو دو تین سال کا پورانا اور بالکل سڑا ہوا ہو مفید ہوتا ہے اسکو یہاں کے لوگ کم کھاتے ہیں۔ بازار میں بھی بہت کم فروخت ہوتا ہے۔

دریا کی کھاد اسکے لئے زیادہ موافق ہوتی ہے اور جہاں وہ دستیاب نہ ہو
وہاں جس کسی کھاد میں نمک کا جزو ہوگا وہ مفید ہوگی۔ بطور کھاد کے شورہ دیا جائے
تو بہت مفید ہوتا ہے کھلی کیاریاں جن پر کسی قسم کا سایہ نہ پڑتا ہو اس میں یہ ترکاری خوب
ہوتی ہے اور یہ مناسب ہے کہ ایک فصل بونے کے بعد پھر اسی کیاری میں اسی
کی دوسری فصل نہ بوئی جائے فروری کے آخر میں فصل تیار ہو جاتی ہے۔ گرمی
اور بارش میں اکثر پودے ضایع ہو جاتے ہیں۔ جو دو چار رہجاتے ہیں۔ ان میں
زائد مقدار سے کھاد بچھا دی جائے ایسے درختوں میں بہ نسبت تخمی درختوں کے
جلد ہاتی چک تیار ہو جاتا ہے لیکن اگر ہر فصل میں بیج تازہ بوکر فصل تیار کیجائے تو
ہاتی چک عمدہ اور بڑے ہوتے ہیں۔

ممالک متحدہ میں امریکہ اور یورپ سے بیج بوکر جو درخت تیار کئے جاتے ہیں۔
اُن میں مارچ، اپریل اور مئی کے مہینوں میں عمدہ اور بکثرت پھل لاتے ہیں۔ لیکن
کلکتہ کے قرب و جوار میں صرف دیسی بیج کا بونا مفید ہوتا ہے۔ ولایتی بیجوں کے درختوں
میں شاذ و نادر کوئی پھل آتا ہے۔ اور میرا تجربہ یہ ہے کہ جو درخت پہلے سال میں نہیں
پھلتے وہ دوسرے سال تک بھی نہیں پھلتے اس لئے ایسے درختوں کو محفوظ رکھنے
میں کوئی فائدہ نہیں ہے چھوٹے پودوں کو وقتاً فوقتاً ایک جگہہ سے اکھاڑ کر دوسری
جگہہ لگانا مفید بتلایا جاتا ہے۔ میں نے اس پر عمل کیا تھا لیکن کچھ کامیابی
نہیں ہوئی۔

دیسی بیجوں کے جن درختوں میں پہلے پھول آجاتا ہے اُن کو بیج کے لئے
چھوڑ دیا جائے تو سالانہ عمدہ اور تازہ بیج ملا کرتے ہیں۔
پہاڑی علاقوں میں مارچ اور اپریل میں بیج بوئے جائیں جب پودے ایک
بار جڑ پکڑ لیتے ہیں تو خفیف حفاظت سے موسم سرما کے اختتام تک رہتے ہیں اور
تین چار سال تک عمدہ فصل دیتے رہتے ہیں۔

کارڈون

کارڈون اور ہاتی چک میں کوئی قابلِ امتیاز فرق نہیں ہے۔ لیکن دونوں
کا طریقہ کاشت ایک دوسرے سے متضاد ہے۔ ہندوستان میں اسکی کاشت
زیادہ نہیں ہوتی اور بہت کم لوگ اس سے واقف ہوتے ہیں۔
اس کے اور ہاتی چک کے بیج ایک ہی زمانہ اور ایک ہی طریقہ سے بوئے
جاتے ہیں جب پودے ۹ انچ کے اونچے ہو جائیں تو کیاریوں میں خوب طاقتور
کھاد دے کر تین فیٹ کی دوری سے نصب کر دیئے جائیں بعد ازاں ان کی پرورش
و نگہداشت مثل "سیلری" کے کیجائے۔ مٹی چڑھا کر اسکو سفید اور گداز کر لیا جاتا ہے اور
مثل "سی کیل" کی ترکاری کے بھون کر کھائی جاتی ہے۔
پہاڑی علاقوں میں مثل ہاتی چک کے اسکی کاشت کیجاتی ہے۔

کاسنی[25]

ممالک یورپ میں اسکی کئی قسمیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن وہ بہت مشہور ہیں
ایک کا نام ''بٹاوی ین کاسنی'' جس کے پتے چوڑے ہوتے ہیں اسٹو بتاتے

نوٹ نمبر ۲۵۔ کاسنی بھوپال کے باغات اور کچھواہ جات میں خودرو پیدا ہوتی ہے اسکا
تخم جو موسم گرما میں درختوں سے گرتا ہے اسکو بارش کا پانی ایک جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ
پہنچا دیتا ہے مگر وہ سڑتا نہیں ہے اور نہ اسکی قوت نامیہ میں کوئی فرق آتا ہے آخر بارش
یا شروع موسم سرما میں شبنم کے اثر سے جم آتا ہے۔ اسکے پتے دو انچ چوڑے ہوتے ہیں
اور درخت چار سے چھ فیٹ تک بلند ہوتے ہیں۔ اکثر دور میں تین فیٹ سے زیادہ ہوجاتا
ہے اس کے پتے اور تخم زیادہ تر دوا کے کام میں لائے جاتے ہیں اور پھول آسمانی رنگ
کے نہایت خوشنما ہوتے ہیں۔ موسم سرما کا اوگا ہوا درخت شروع موسم گرما تک بخوبی قایم
رہتا ہے اگر موسم گرما میں اسکی آبپاشی مسلسل ہوتی رہے تو تمام موسم گرما میں اس کی نشوونما
بدستور رہتی ہے بارش میں اسکے درخت گل جاتے ہیں اگر بلندی پر ہوں تو کم تر گلتے ہیں۔
اسکا تخم شروع موسم سرما میں جبکہ کچھ شبنم گرنے لگے بونا چاہیے اسکے لئے چنداں کھاد کی
ضرورت نہیں البتہ نرم زمین ہو تو بہتر ہے تاکہ درخت قوی اور پتے چوڑے پیدا ہوں اور اگر
ممکن ہو تو قدرے کھاد کا بھی استعمال کرے وہ مفید ہے۔

میں استعمال کی جاتی ہے۔ اور دوسرے کے گچھے دار جسے "کے پوجن بی یرڈ"
کہتے ہیں۔

اسکے بیج وسط اکتوبر میں بوئے جاتے ہیں۔ زمین عمدہ ہوتی ہے۔ اور بیج چھٹکواں
اور بڑے بوئے جاسکیں جب پودے اوگ آئیں تو جو نزدیک نزدیک ہوں انکو
اکھاڑ لیا جائے اور ایک ایک فٹ کی دوری درمیان میں رکھی جائے۔ ایک
جگہہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہہ لگانا مفید نہیں ہوتا جو پودے ایک مقام پر لگے رہتے
ہیں اور اکھاڑ کر دوسری جگہہ منتقل نہیں کئے جاتے وہ خوب بڑے اور پھیلتے ہیں
جب درخت پورے طور پر بڑہ جاتے ہیں تو پتوں کو گنبد نما لپیٹ کر کیلے کے ریشوں
سے باندہ دیتے ہیں۔ دس بارہ دن میں پتے نرم سفید اور قابل استعمال ہوجاتے ہیں
پہاڑی مقامات پر مارچ اور اپریل میں تخم ریزی کیجاتی ہے۔

ڈنڈی لین

اس ترکاری کی پتیاں موٹی اور سبز ہوتی ہیں اور تھوڑا زمانہ گزرا کہ فرانس
میں پہلے کاشت کرکے یہ ترکاری پیدا کی گئی اور جن ترکاریوں کا سلاد بنایا
جاتا ہے ان میں اسکا شمار کیا جاتا ہے اسکی کاشت مثل ولایتی کاسنی کے کیجاتی
ہے اور اسکی پتیاں دونوں طرح پر سبز اور سفید کرکے کھائی جاتی ہیں۔ جنوبی

ہندوستان کے چند پہاڑی علاقون میں پیدا ہوتی ہے۔

سال سی فائی

اِس ترکاری کی کاشت ہندوستان میں بہت کم کیجاتی ہے دو ایک بنڈل اِس کے اکثر کلکتہ کی نمائشوں میں رکھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ انگلستان میں اِسکی مانگ بہت کم ہے اور بہت سے لوگ تو اسکو جانتے تک نہیں۔ اِسکی جڑین کھائی جاتی ہیں۔ بڑی اُنگلی کے برابر موٹی اور قریباً ۱۰ انچھ کے لانبی ہوتی ہے اسکے بیج بارش کے بعد چھٹنکواں یا آٹھ آٹھ اِنچ کی دوری سے قطاروں میں بوئے جاتے ہیں قطاروں میں چار چار اِنچ کے فاصلہ سے پودے رکھے جاتے ہیں۔ بقیہ جو نزدیک ہوں ان کو اُکھاڑ دیا جاوے اور اکثر آبپاشی کرتے رہنا چاہئے قبل تخم ریزی کے زمین کی خوب گہری کھُدائی ہونی چاہئیے اور خوب بوسیدہ کھاد اور بالو یا راکھ ملا کر ہلکی کر لینا چاہئیے۔

ولایتی بیج اکثر ٹھیک طور پر نہیں جمتے اسلئے عمدہ تدبیر یہ ہے کہ بہ لحاظ ضرورت اتنے پودے کیاری میں بیج کے لئے چھوڑ دے جائیں۔ چونکہ اسکی کاشت میں زیادہ ترقی نہیں ہوتی ہے اسلئے دیسی بیجوں سے پیدا کرنے سے ان میں کوئی تنزّلی کے آثار نمایاں نہیں ہوتے۔

امریکہ کے لوگ اس کو "آس ٹرپلانٹ" کہتے ہیں۔ اور وجہ تسمیہ غالباً یہ ہے کہ اسکا ذائقہ مثل "آس ٹر" کے ہوتا ہے اسکے پکانے کی ترکیب ممکن ہے کہ اکثروں کو نہ معلوم ہو اسلئے ذیل میں بیان کیجاتی ہے۔

جڑوں کو چھیل کر کوٹ لو اور پانی سے دھو کر اوبال ڈالو، جب ملائم ہو جائے تو نکالکر ٹکڑے ٹکڑے کرلو اور مکھن میں تل لو۔

"سالسی فائی" کے نرم ٹکڑوں کو بھون کر مکھن کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ یا اول اُبال کر پیس لیجاتی ہے اور پتلے آٹے کی ٹکیوں میں ڈبو کر اور تازہ مکھن میں تل کر کھاتے ہیں۔

زیادہ ہوا لگنے سے اسکا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے۔

پہاڑی مقامات پر مارچ اور اپریل میں تخم ریزی کی جاتی ہے۔

اسکا زرونےرا

اس ترکاری کی کاشت بھی مثل سالسی فائی کے کی جاتی ہے۔ اور دیگر لحاظ سے بھی اسی کے مشابہ ہوتی ہے۔ البتہ فرق اسقدر ہوتا ہے کہ اسکی پتیاں چوڑی ہوتی ہیں اور جڑ سیاہ ہوتی ہے۔ اور قبل پکانے کے چھیل لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔

انگلستان میں پہلے سال کی کاشت شدہ کھانے کے قابل نہیں خیال کی جاتی ہے۔

میرے باغ واقع چمن سورہ میں پتے اس درخت کے گرمی اور بارش کے موسم میں برابر سرسبز اور شاداب رہے اور ستمبر میں لونڈر کی طرح خوشنما پھول کھلا کئے

پہاڑی مقامات پر مارچ اور اپریل میں کاشت کرنی چاہیئے اور پرورش و پرداخت مثل سالسی فائی کے کرنا چاہیئے۔

جنوبی ہندوستان میں شاذ و نادر اسکی کاشت ہوتی ہے۔

سلاد[۲۶] (کاہو)

اسکی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک "کے بیج" دوسری "کاس لے توس" پہلی

نوٹ نمبر ۲۶ ۔ بھوپال کے سرکاری باغات میں قریب قریب چالیس سال سے سلاد کی کاشت ہوتی ہے یہاں کی زمین پہاڑی اور میدانی دونوں اسکی کاشت کے لئے مفید ہیں موسم بارش کے ختم ہوتے ہی اسکے تخم کو اونچے چبوتروں پر چھکواں بونا چاہیئے جب اسکی پود دو دو انچ بلند ہو جائے اسوقت اسکو قطار کی صورت میں کیاریوں میں دو دو فیٹ کے فاصلہ پر لگا کر پانی اچھی طرح دینا چاہیئے اسکے لئے گھوڑے کا سڑا ہوا کچرہ چھانکر کیاریوں میں دینا چاہیئے اور اسی چھنے کچرے کی مٹی میں گوبر کا پورانا کھاد ملا کر کیاریوں میں دے۔

قسم کے سرگول ہوتے ہیں۔ اور دوسری قسم کے گاؤدم۔ لذت اور ذائقہ میں دونوں برابر ہوتے ہیں ان دونوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا اپنی اپنی پسند اور رغبت پر منحصر ہے۔ "کاس لے ٹوس سلاد" کامل پختہ ہونے پر شیرینی و ملائمت کی وجہ سے زیادہ مرغوب ہوتا ہے۔ اس قسم کا سلاد اگر بھون کر کھایا جائے تو نہایت نفیس ترکاری کا بھی کام دیتا ہے۔ علاوہ اس کے ان دونوں قسموں کی مختلف اقسام ہوتی ہیں۔ اگر بیج اچھے ہوئے تو ان میں سے اکثر اقسام نہایت نفیس اور لذیذ ہوتی ہیں۔ اس ملک میں عمدہ اقسام کے "کاس لے ٹوس سلاد" میرے دیکھنے میں آئے۔ بونے والے کو لازم ہے کہ حتی الامکان عمدہ سے عمدہ کا ہو یعنے سلاد کے بیج حاصل کرے۔ جاڑہ میں جو فصل سلاد کی تیار ہوتی ہے اسکے لئے ولایتی بیجوں کا ہونا ضروری ہے۔ دیسی بیج ہرگز نہ بوئے جائیں۔ آغاز

بقیہ نوٹ نمبر ۲۶۔ ریت کی ضرورت نہیں ہر آٹھویں روز کیاریوں میں گوڑا دیکر پانی دیتا رہے۔ یہ بارہا موازنہ کیا گیا ہے کہ سلاد کا ولایتی نیا آیا ہوا تخم اور یہاں کا کاشت کردہ دونوں کی جدا جدا کاشت کی گئی دونوں کو عمدگی و بہتری میں یکساں پایا اگر متواتر آبپاشی ہو تو موسم گرما میں سلاد ضائع ہو جاتا ہے اگر حفاظت کامل کیجاوے تو سلاد چند روز شیریں دستیاب ہو سکتا ہے مگر زیادہ پورا ہونے سے سلاد کے پتے میں کسی قدر تلخی آجاتی ہے اگر نرم اور تازہ پتوں کو باریک تراش کے اسپر سرکہ نمک و سیاہ مرچ چھڑک کر کھاویں تو مفید اور مفرح ضرور ہوتا ہے۔

اکتوبر سے اسکی تخم ریزی شروع کیجا سکتی ہے۔ اِسکے بیج چھوٹے ہوتے ہیں اور بعض اوقات ایک سے دو ماہ تک زمین کے اندر دبے پڑے رہتے ہیں۔ اِسکے بعد ان میں روئیدگی ہوتی ہے ان کے بیجوں پر کیڑے اور خاص کر سُرخ چونٹیاں بہت دوڑتی ہیں۔ اور اُن کو کھا جاتی ہیں اسلئے ہمیشہ بہتر تدابیر یہ ہیں کہ اول بیجوں کو طشتریوں میں بویا جائے اور خالی گملوں پر رکھکر پانی سے بھرے ہوئے ٹب میں رکھدیا جائے تاکہ چیونٹیاں بیج نہ نکال لے جائیں اور ایک دوسری طشتری اِسکے برابر اوپر سے ڈہانک دیجائے ایسی صورت میں مٹی عرصہ تک نم رہتی ہے جس زمین میں اس کی کاشت کیجائے اس میں پتوں کی کھاد اور بالو ملاکر خوب ہلکی اور ملایم کرلی جائے۔

جب پودوں میں دوسری پتیاں نکل آئیں تو اکھاڑ کر آٹھ سے دس انچ تک کی دوری سے ہلکی اور طاقتور زمین میں گاڑ دیئے جائیں۔

بیج اگر زائد موجود ہوں تو چھٹکواں کُھلی کیاریوں میں بو دیئے جائیں۔ قابل تعریف پودے وہی ہوتے ہیں کہ جس جگہہ بوئے جائیں اسی جگہہ قایم رکھے جائیں نقلِ مکان کرنیکا اثر کم وبیش ان پر اچھا نہیں ہوتا۔

اگر دو یا تین درخت بیج کے لئے چھوڑ دے جائیں تو ایسے بیج فوراً بوئے جاسکتے ہیں اگر کیاریاں ایسی ہونگی کہ جہاں دوپہر کو سایہ رہتا ہو اور سخت دہوپ سے پودوں کو جھلسا نہ سکے اور بارش کا پانی دیر تک نہ ٹھہرا رہے تو برابر گرمی اور برسات

میں سلاد میسر آتی رہے گی۔

پہاڑی علاقوں میں تخم ریزی مارچ سے شروع ہوکر دو دو ہفتہ کا فصل ناغہ دیکر ستمبر تک کی جاسکتی ہے۔ عموماً بیجوں کو طشتریوں میں بونا چاہیئے۔ اور جب چوتھی پتی نمودار ہو تو ان کو اکھاڑ لینا چاہیئے۔ اگر تخم ریزی احتیاط کے ساتھ کی گئی تو اکھاڑ کر دوسری جگہہ منتقل کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور درخت خوب سرسبز و شاداب رہیں گے۔

سلیری یعنی کرس[۵۲]

اسکی کاشت اسکے نرم کنڈلوں کے لئے کیجاتی ہے جب کنڈلے بڑے ہو جاتے

نوٹ نمبر ۲۷۔ ہندوستانی امرا و دیگر اصحاب سلیری کو عام طور پر کھانا پسند نہیں کرتے اسکے پتے اور جڑ جو کھائی جاتی ہے اس میں ایک قسم کی ہیک یا بو ہوتی ہے اسکو مثل مولی کے خام کھاتے ہیں۔ صاحبان یورپین کو یہ ترکاری بہت پسند ہے اسلئے انکی میز پر رکھی جاتی ہے بھوپال میں بھی انھیں کی فرمایش کی وجہ سے سلیری کا تخم کلکتہ سے منگا کر بویا تھا اسکے تخم کو آخر ش بارش میں مٹی نادوں اور چیڑ کے صندوقوں میں بویا تھا۔ بعد میں لانبے لانبے برہے ۲و ۲ و فیٹ گہرے کھود کر ان میں ریت و مٹی اور گھوڑے کی لید کا سہ سالہ سڑا ہوا کھاد ملا کر اور اچھی طرح سے دبا کر مرکب مذکور نالیوں میں بھر دیا تھا تاکہ ڈھیلا نہ رہے بعدہ جب سلیری کا ذخیرہ نادوں اور

ہیں تو انہیں نرم کرکے کئی طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ کرس دو طرح کی ہوتی ہے۔
ایک کے ڈنٹھل سرخ ہوتے ہیں اور دوسرے کے سفید۔ سرخ قسم کے درخت بڑے
ہوتے ہیں اور اسکے سرے بہ نسبت سفید کے زیادہ گھنے اور طاقتور ہوتے ہیں
لیکن سفید کے بیج اگر اچھے ہوں اور بطریق معقول کاشت کیجائے تو کسی طرح اس سے
گھٹیا نہیں ہوتے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۲۷۔ بکسوں میں چار چار انچ بلند ہو گیا تب نالیوں میں تین تین فیٹ کے فاصلہ
پر لگایا اور چرس سے خوب آبپاشی کی گئی جب سلیری کے پودوں میں اچھی طرح کونپلیں پھوٹیں
اس وقت نالیوں میں ہفتہ وار گوڑا دیا جاتا تھا اور جب اسکے درخت ڈیڈھ ڈیڈھ فیٹ بلند ہوگئے تو
ان کی جڑوں پر مٹی چڑہائی گئی مٹی چڑہانے سے سی لیری کی جڑ اور اسکے نیچے کے ڈنٹھل
سفید رہتے ہیں اور گداز ہوتے ہیں او جڑوں کو مٹی چڑہانے سے پرورش کن مادے زیادہ
پہنچتے ہیں جو موجب ترقی اور افزائش کے ہوتے ہیں جڑوار ترکاریاں مثل شلجم۔ چقندر۔ مولی
سی لیری جو ہوں۔ انپر مٹی چڑہائی جاتی ہے جس سے بطریق مذکوران کی نشو و نما کو فائدہ پہنچتا
ہے۔ سلیری کی اک دوسری قسم بھی ہے جسکی جڑ گول جڑیلی شلجم کی طرح ہوتی ہے اسکو سلیریاک
کہتے ہیں اسکی کاشت بھی معمولی سلیری کی طرح ہوتی ہے سلیری کے واسطے نرم زمین زیادہ
آبپاشی اور باقاعدہ گوڑنا لازمی ہے۔ آبپاشی کی کمی جس سے کہ خشکی پیدا ہو مضر ہے موسم گرما
میں یہ ضایع ہو جاتی ہے اور اسکی بو میں تیزی ہو جاتی ہے جو خوشگوار نہیں ہوتی ہے اس لئے
اسکا استعمال موسم سرما میں خوشگوار سمجھا جاتا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ کرس کی عمدگی کا انحصار بہت کچھ بیجوں پر ہوتا ہے۔ اگر بیج عمدہ ہوں تو امید ہے کہ کرس بھی عمدہ ہوں گے، باستثنار اس نمونہ کے کہ جسکے صلہ میں میرے مالی کو تمغہ اور ہارٹیکلچرل نمائش کلکتہ میں درجہ اول کا انعام ملا تھا۔ اس سے بہتر قسم کے کرس میری نظر سے ہندوستان میں نہیں گزرے۔ "کولس سالڈ" اور "کرسٹل وہائٹ" ان کو کہتے ہیں "ڈوآرف وہائٹ" کی قسم بھی میرے تجربہ میں عمدہ ثابت ہوئی ہے۔ ولایتی اقسام میں "وین ٹرن گھم وہائٹ" اور "رمن چیس ٹرڑو" سب سے عمدہ اور نفیس خیال کئے جاتے ہیں۔ اجمالی طور پر سرخ قسم کی عمدہ سمجھی جاتی ہے۔

چونکہ اس کا درخت عرصہ میں تیار ہوتا ہے اسلئے اگست کے شروع میں اسکی کاشت کر دینا چاہیئے اسکی تخم ریزی اگر وسط فصل میں کی جائے تو کونپلیں قریبًا بارہ دن میں نکل آتی ہیں۔ اور پیشتر کی تخم ریزی کی حالت میں قریبًا چھ ہفتہ یا دو ماہ کے بعد بیج اُگتے ہیں۔ اور وہ بھی بڑے اُگتے ہیں۔ گملوں میں ملائم اور ہلکی مٹی بھر کر تخم ریزی کیجائے۔ اگر اکھوے بہت جلد پھوٹ آئیں تو بیچ بیچ سے جہاں زیادہ گھنے ہوں اُکھاڑ کر چاروں طرف سے دو دو انچ پرے کر دیئے جائیں اور تاوقتیکہ تین چار انچ اونچے نہ ہو جائیں اُس وقت تک کھلی کیاریوں میں نہ لگائے جائیں۔

چھوٹے پودوں کو نصب کرنے کے لئے زمین تیار کرنے کی ترکیب یہ ہے

ڈیڑھ فیٹ گہرے اور اُسیقدر چوڑے گڈھے کھودے جائیں ایک حصّہ باغیچہ کی معمولی مٹی،، اور دو حصّہ گوبر کی خوب بوسیدہ کھاد ملاکر ان گڈھوں میں تو تو انچ بھردی جائے ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ کے فاصلہ سے پوودوں کو ان میں نصب کیا جائے۔ بعدازاں معقول سیرابی ہوتی رہے اور ہفتہ میں ایکبار رقیق کھاد بھی دیجائے۔

بعضوں کی رائے ہے کہ جس کھاد میں شورہ یا کھاری کا جزو زیادہ ہوتا ہے وہ اس کے لئے زیادہ موزوں ہوتی ہے۔ اور درخت سرعت کے ساتھ بڑھتے ہیں۔

اکثر اصحاب ابتدائی زمانہ سے مٹی چڑہانی شروع کردیتے ہیں۔ اور تاوقتیکہ استعمال کے قابل ترکاری نہیں ہوجاتی۔ مٹی چڑہاتے رہتے ہیں۔ ایک دوسرے سے بھی یہ عمل اس طرح کیا جاتا ہے کہ ڈیڑھ فٹ کا بانس کا ٹکڑا لے کر اسکو لمبائی میں چیر کر دو کر لیتے ہیں اور نیچے نوکدار کرکے زمین کے اندر گاڑ دیتے ہیں اور ان ٹکڑوں کے درمیان پودا کردیا جاتا ہے۔ اس طرح دونوں طرف سے بانس لگاکر مٹی چڑہائی جاتی ہے بعض لوگ اسی غرض سے مٹی کے نلوے پوودوں پر رکھدیتے ہیں۔

لیکن دونوں صورتوں میں پوودوں کے سڑجانے کا احتمال زیادہ رہتا ہے سرجے پکسٹن صاحب فرماتے ہیں کہ مٹی چڑہانے سے بالیدگی پوودوں کی جاتی رہتی ہے۔ اور تاوقتیکہ پورے طور پر بڑے نہ ہوجائیں اس عمل کو نہ کرنا چاہیئے۔

بڑے ہونے پر صرف دو ہفتہ تک مٹی چڑہانا کافی ہوتا ہے میں نے خود اس طریق پر عمل کیا ہے اور علاوہ پودوں کو مفید ہونے کے عرصہ تک مٹی چڑہانیکی تکلیف سے میرا مالی بھی محفوظ رہا ہے۔

اس عمل کا ایک آسان طریقہ اور ہے جس پر مینے ہمیشہ عمل کیا ہے وہ یہ ہے کیاری میں قطاریں بنا کر نو نو انچ چوڑے اور ایک ایک فٹ گہرے چھ چھ انچ کی دوری سے گڈہے کھودے جائیں، اوپر سے تین انچ چھوڑ کر طاقتور کھاد مٹی میں ملا کر بھر دی جائے۔ ایک ایک گڈہے میں ایک ایک درخت گاڑ دیا جائے اور جو طریقہ اوپر بتلایا گیا ہے اس طریقہ سے پرورش و پرداخت کیجائے۔

بیج جمنے سے قریباً چھ ماہ کے اندر درخت پورے طور پر بڑا ہو جاتا ہے لیکن میرے خیال میں کھانے کے قابل پانچ ماہ کے بعد ہو جاتا ہے میری رائے میں وہ کرس "بہت بڑے کرنے میں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اعتدال سے زیادہ بڑے ہوجانے پر اسکے ذائقہ میں سراسر فرق آجاتا ہے۔ اور ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اگر بدمزہ بھی نہ ہوجائے تاہم ناکارہ اور سخت پتوں کو کاٹ کر پھینک دینا ہوتا ہے۔ اور اس تراش وخراش کے بعد اسکا قد وہی ہو جاتا ہے جو ایک ماہ پہلے تھا۔ اور بے فائدہ دیر تک اس پر تردد و نگہداشت کرنی پڑتی ہے۔

ہندوستان میں بھی مثل یورپ کے نفیس کرس پیدا کئے جاسکتے ہیں البتہ بہ نسبت وہاں کے کسیقدر چھوٹا ہوتا ہے۔

لگاتار فصل حاصل کرنی ہو تو تخم ریزی کے ایک ماہ بعد پھر تخم ریزی کرو جائے

اوّل تخم ریزی میں اسی قدر درخت ہو جائینگے کہ جو پوری فصل کے لئے کافی ہونگے

چونکہ اگست میں جو بیج بوئے جاتے ہیں ان کے جم جانے کا یقین کم ہوتا ہے، اسلئے بعض لوگ جاڑہ کے موسم میں پودہ تیار کر لیتے ہیں اور گرمی و برسات میں ان کو بحفاظت زندہ رکھکر آیندہ فصل کے شروع ہی میں بو دیتے ہیں لیکن میرے خیال میں یہ بے سود تردد ہوتا ہے۔

پہاڑی علاقوں میں اول تخم ریزی وسط فروری میں کیجائے۔ کیاریوں میں بیج نہ بوئے جائیں، بلکہ طشتریوں و ناندوں میں بوئے جائیں۔ اور نیچے سے گرم رکھے جائیں۔ جم آنے پر دوسرے ظرف میں منتقل کر کے آخر مارچ تک شیشہ کے چوکٹوں کے نیچے رکھا جائے۔ بعد ازاں اپریل کے مہینہ میں کھلی کیاریوں میں نصب کر کے بہ طریق مذکورہ ان کی پرورش و پرداخت کی جائے۔ اپریل، مئی جون میں تخم ریزی لگاتار فصل حاصل کرنے کے لئے کیجا سکتی ہے اور اکھوے پھوٹ آنے پر فوراً کھلی کیاریوں میں ان کو نصب کر دینا چاہیئے۔

یہ بھی کرس کی ایک قسم ہے، اسکی جڑ گول شلجم کے مانند ہوتی ہے۔ اسکی جڑیں

کھائی جاتی ہیں۔ مناسب طریقہ سے کاشت کیجائے تو اسکی جڑیں ہو جاتی ہیں اور مثل فندق کے خوش ذایقہ ہوتی ہیں۔ مثل کرس کے اس کی کاشت کی جاتی ہے فرق صرف اسقدر ہے کہ سفید اور گداز کرنے کے لئے مٹی نہیں چڑہائی جاتی۔ اس پودہ میں زیادہ پانی دینے کی ضرورت ہوتی ہے چونکہ اسکی کاشت میں مثل کرس کے زیادہ تردد کرنا ہوتا ہے اس لئے بہت کم لوگ اس کی کاشت کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

پارسلی (یعنی اجمود)[۲۸]

اسکے بیج وسط ستمبر میں گملوں میں بوے جاتے ہیں جہانتک ممکن ہوسکے ان

نوٹ نمبر ۲۸۔ پارسلی کی کاشت کا طریقہ یہاں بھوپال (سنٹرل انڈیا) کے لئے یہ مروج ہے کہ پارسلی کی کاشت موسم بارش کے ختم ہونے پر وسط اکتوبر میں کرنا چاہیے۔ پہلے تخم کو چیڑ کے صندوقوں میں بوے یا چھ انچہ انچا چبوترہ کھاد اور مٹی کا بنا کر اسکی تخم ریزی کر دی جاوے اور خیال رکھے کہ کھاد اور مٹی کو چھان کر چبوترہ بنایا جاوے تو نہایت مفید ہوتا ہے جبکہ پارسلی کی پود چار انچ کی ہو جاوے اُسوقت ان کو کیاریوں میں اچھی طرح سے کھاد دیکر منتقل کر دے عمدہ فصل حاصل ہوگی اول تخم ریزی کے پندرہ یوم بعد دوسری تخم ریزی پارسلی کی کرے اس طرح عمل کرنیسے سلسلہ تازہ پارسلی کے حاصل ہونیکا بخوبی قایم رہتا ہے اور آخر ماہ مارچ تک پارسلی دستیاب ہوتی

گملوں کو سایہ میں رکھنا چاہیئے، مگر سایہ برآمدہ یا کسی درخت کا ہو تاکہ ہوا اور روشنی بھی پہنچتی رہے۔ قریباً بونے کے بعد دس روز کے اندر بیج جم آتے ہیں پودے تین چار انچ کے اونچے ہو جائیں تو قطاروں میں نصف فٹ کے فاصلہ سے کسی سایہ دار جگہہ میں بو دیئے جائیں اور آبپاشی معقول ہوتی رہے۔

مارچ میں بیج پختہ ہو جاتے ہیں۔ آیندہ استعمال کے لئے جمع کرلئے جائیں، اور کچھ بیج فوراً بو دیئے جائیں تاکہ گرمی اور برسات کے موسم میں تازی پتیاں دستیاب ہو سکیں۔

پہاڑی مقامات پر مارچ سے ستمبر تک اسکی تخمریزی کیجاتی ہے۔

فنل[۲۹] - کلونجی

بنگال میں یہ ترکاری خوب ہوتی ہے۔ اور جسجگہہ ایک کلونجی بھی بوی جاتی

بقیہ نوٹ نمبر ۲۸ - رہتی ہے ماہ فروری سے زیادہ آبپاشی شروع کرنی چاہیئے۔ اور جلد جلد ہوتی رہے تاکہ پارسلی کی کیاریوں میں خشکی نہ پیدا ہو۔

نوٹ نمبر ۲۹ - فنل کی کاشت باغات اور علاقہ جات بھوپال میں نہیں کیجاتی ہے یہاں اسکی کاشت کے لئے ماہ نومبر یا دسمبر زیادہ بہتر ہوگا۔ اسکے تخم کو کیاریوں میں چھڑک کر بو دے اور پیت کا پانی دے۔ یہاں مارچ کے مہینہ میں گرمی شروع ہو جاتی ہے اسلئے ایسی ترکاریوں

ہے۔ وہاں خود بخود اپنے گرے ہوئے بیجوں سے دوسرے درخت جم آتے ہیں۔ اسکی کاشت میں کسی خاص احتیاط کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور چونکہ باورچیخانہ کے کام میں بہت کم آتی ہے اسلئے یہ باغ میں جگہہ دیئے کے قابل نہیں ہوتی۔

میدانی علاقوں میں مارچ اور پہاڑی علاقوں میں اپریل میں اس کی تخم ریزی کی جاتی ہے۔

جنوبی ہندوستان میں علاوہ بلند پہاڑی مقامات کے دوسری جگہہ اچھی نہیں ہوتی

اس نفیس ترکاری کا رواج ہندوستان کے سرد ممالک میں بہ نسبت سابق کے زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ بھونے ہوئے گوشت کے ساتھ نہایت لذیذ ہوتی ہے بنگلور کے کئی باغات میں اسکی کاشت زیادہ ہوتی ہے مثل دیگر جڑدار

بقیہ نوٹ نمبر ۲۹۔ کا گرم موسم میں بونا مفید نہیں۔

نوٹ نمبر ۳۰۔ بھوپال واحاطہ سنٹرل انڈیا میں پارسنپ کی کاشت کا اس سے زیادہ کوئی طریقہ مفید ثابت نہیں ہوا ہے کہ آخر اکتوبر میں پارسنپ کے تخم کو چیڑ کے صندوقوں یا بڑی بڑی ناندوں میں بویا جائے یا چھ انچ اونچا چبوترہ کھاد مٹی کو باریک چھان کر بنایا جاوے اور اس

(یا گرہ دار) پوٹی دار ترکاریوں کی مٹی کا طاقت ور ریگ آمیز ہونا لازم ہے۔
مٹی میں سے کنکریاں اور سخت مٹی کی ڈلیاں نکلوادی جائیں تاکہ جڑوں کے
بڑھنے میں حارج نہ ہوں۔

"ہالو گراونڈ"

"اسٹوڈنٹ" اور

"لارج گوارنسی"

سب قسموں سے افضل ہوتی ہے قریبًا پانچ ماہ میں پختہ ہوجاتی ہے لیکن
اس ملک میں اپنے اصلی قد کے دو ثلث موٹائی کے بعد قابل استعمال ہوجاتی
ہے۔ اگر بڑی ہوجائے توان پختگی آجاتی ہے۔ پہاڑی علاقوں میں اس کی
کاشت تمام سال کی جاتی ہے اور ہمیشہ میسر آسکتی ہے۔ اسکی پرورش و پرداخت

بقیہ نمبر ۳۰ - میں پارسنپ کی پود کا ذخیرہ تیار کریں جب پود تین چار انچ بلند ہوجائے تو
اسکو کیاریوں یا پرہوں میں جن کو پہلے سے اچھی طرح گہری کھود کر اور گوبر کا پرانا کھاد یا گھوڑے
کی لید سہ سالہ کھاد اس میں بھری گئی ہو پود کو ڈیڑھ ڈیڑھ فیٹ کے فاصلہ پر مثل شلجم۔ چقندر
کے نصب کردیں اور جس سے اسکی آبپاشی کیجاوے۔ ہفتہ وار گوڑائی ہوتی رہے تاکہ زمین
میں نرمی رہے پارسنپ کی جڑیں خوب موٹی ہوں۔ پارسنپ کی اگر حفاظت اور آبپاشی باقاعدہ
کی جاوے تو آخر مارچ تک اچھی جڑیں دستیاب ہوسکتی ہیں زیادہ گرمی میں خراب ہو کر
قابل استعمال نہیں رہتیں۔

مثل گاجر یا چقندر کے کی جاتی ہے "دوستن" کے کارخانہ کے بیج عمدہ اور تازہ ہوتے ہیں۔ لیکن اسکے اور دیگر ترکاریوں کے بیجوں کو عرصہ تک ہندوستان میں نہ رکھا جائے۔ بلکہ فی الفور بوئے جائیں ورنہ ناکامی ہوتی ہے۔

گاجروں کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ لیکن بہ لحاظ سہولت دو قسموں میں تقسیم کیجاتی ہے۔ ایک لانبی جسمیں "لانگ سرے"

"آل ٹرن گھم"

"لانگ آرنج"

شامل ہیں۔ اور دوسرے چھوٹی زیادہ دور تک زمین کے اندر نہیں جاتی چھوٹی اقسام کی کاشت بہت آسانی سے کیجاسکتی ہے اسکی فصل پہلے تیار ہو جاتی ہے نرم اور ذائقہ دار ہوتی ہے۔ لیکن میری راے میں لانبی اقسام اسلئے زیادہ پسند کیجاتی ہیں کہ اس کے مزہ میں گاجریت زیادہ ہوتی ہے۔

خانگی باغات میں بھی اب عمدہ گاجر پیدا کی جاتی ہے۔

ہندوستانی باغات کے لئے سٹن کے کارخانہ کے "نیوروڈ ران ترمے ڈیٹ"

"رشم پی پن اس کارلٹ ہارن" اور "ارلی جم" عمدہ اقسام کی گاجریں ہوتی ہیں
دونوں قسم کی گاجر اور خاصکر لمبی گاجر کے لئے ایسی زمین انتخاب کی جائے
کہ جس کی کھدائی خوب گہری کی گئی ہو۔ طاقتور اور نرم ہو اور چھ سے پندرہ انچ تک
موٹی مجموعہ کھاد کی تہ جس میں بچھائی گئی ہو۔

برسات ختم ہونے کے بعد وسط اکتوبر میں تخم ریزی شروع کی جائے۔ طاقتور
ملائم اور گہری کھدائی کی زمین ہر قسم کی گاجر کے لئے ضروری ہے۔ لیکن کوتہ
قامت گاجر کے لئے اس قدر ضروری نہیں ہے کہ جس قدر دیگر اقسام کے لئے
ہوتی ہے۔

عموماً اسکے بیج چھٹکواں بوئے جاتے ہیں لیکن بہترین طریقہ بونے کا یہ ہے
کہ بیجوں کو نالیوں میں بویا جائے۔ نالیاں آٹھ آٹھ انچ کی دوری سے برابر برابر ہونی چاہئیں
اگر بیجوں میں قدرے بالو ملا کر بویا جائے تو تخم ریزی کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے
اور بے ترتیبی کے ساتھ کہیں کم اور کہیں زیادہ نہیں گرتے۔ جب پودے چار پانچ
انچ کے اونچے ہو جائیں تو انہیں چھانٹ دیا جائے اور باہمی فاصلہ چھ انچ کا رکھا جائے
جن دنوں گاجریں خوب بڑھ رہی ہوں ان دنوں میں پانی دیا جائے تاکہ زمین ملایم
رہے۔ اور گاجروں کو اندر داخل ہونے کا موقع ملے۔ لیکن اگر ضرورت سے زائد
کھاد دی گئی ہے تو گاجریں بدڈول اور شاخ دار ہو جاتی ہیں۔

کھانے کے لایق ہو جانے کے بعد گاجریں اکھاڑلی جاتی ہیں۔ اگر عرصہ تک

ان کو اچھی حالت میں رکھنا مدنظر ہو تو ترکیب یہ ہے کہ مٹی کی بڑی ناندوں میں خشک یا مٹی بچھا کر تہ بہ تہ گاجروں کو خوب دابتے جائیں اور سب سے اوپر کی مٹی کو ہاتھوں سے دبا دیا جائے قبل اکھاڑنے کے مناسب ہوگا کہ تمام پتیاں نیچے تک کاٹ دیجائیں تاکہ جڑوں کے سرے کسی قدر خشک ہوجائیں۔

پہاڑی علاقوں میں جن گاجروں کی فصلیں آگے تیار ہوجاتی ہیں ان کی کاشت فروری میں کردیجائے اگر لگاتار عرصہ تک گاجریں کھانی ہوں تو پندرہ پندرہ دن کے وقفہ سے بونی چاہییں۔ عمدہ ترکیب بونے کی یہ ہے کہ چھٹکواں تخم ریزی کیجائے۔

"کریلہ"[۱۳۱]

کریلا چار سے چھ انچ تک لانبا بیچ میں موٹا اور دونوں سروں پر گاؤدم نوکدار ہوتا ہے اسکا چھلکا دانہ دار لیکن بدرجہ غائت تلخ ہوتا ہے۔ ہندوستانی بہت

نوٹ نمبر۱۳۱۔ احاطہ سنٹرل انڈیا مخصوص بھوپال میں کریلے کی کاشت دومرتبہ کیجاتی ہے پہلی فصل وسط فروری میں بوئی جاتی ہے جسکے پھل ماہ مئی میں آجاتے ہیں دوسری فصل کو وسط جولائی میں بوتے ہیں تو یہ شروع سرما تک رہتی ہے۔ جو ماہ مئی میں تیار ہوتی ہے اُسکے پھل چھوٹے سبزی مائل ہوتے ہیں دوسری فصل کے پھل کم و بیش ڈیڑھ فیٹ لانبے اور چار یا پانچ انچ کے قریب۔ موٹے ہوتے ہیں۔ اِس فصل کے سفیدی مائل نہایت اچھے پھل ہوتے

شوق سے کھاتے ہیں۔ اور یورپین صاحبان بھی کبھی کھاتے ہیں۔

جنرل ایف جنکسن صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ پٹنہ میں دو قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) جھٹوا۔ موسم گرما میں پھیلتا ہے، اور بارش ہونے پر ختم ہو جاتا ہے۔

(۲) بارہ ماسی۔ تمام سال درخت رہتا اور پھیلتا رہتا ہے۔

عموماً شروع بارش میں اسکے بیج بوئے جاتے ہیں اور جاڑہ کے موسم میں استعمال کے قابل ہو جاتا ہے۔

اس زمانہ میں زمین پر اس کی بیلیں پھیلی ہوتی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے پتّے اور عجیب قسم کا پھل دیکھنے میں خوشنما معلوم ہوتا ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر۱۳۔ ہیں۔ پہلی فصل کے پھولوں میں تلخی زیادہ اور دوسری میں اس سے کسی قدر کم ہوتی ہے تر کپڑے میں اگر کریلے لپیٹ کر رکھے جائیں تو کئی روز تک اچھے رہ سکتے ہیں جو فصل کریلے کی ماہ فروری میں بوئی جائے اُسے ہفتہ وار پانی دینا چاہیئے اور جو وسط جولائی میں بوئی جائے اسکو بھی درصورت کمی بارش جلد جلد پانی دینا چاہیئے۔ کریلے کے درخت نشیب میں بونے سے بارش میں گل جاتے ہیں کریلے کی کاشت کے لئے نرم زمین اور معمولی کھاد مفید ہے کریلے کے درختوں کو منڈوں پر چڑھا دے جو بیلیں کریلے کی زمین پر پھیلتی ہیں اُن کے پھل خراب ہو جاتے ہیں۔ اسلئے اُن کی بیلوں کا اوپر کو چڑھایا جانا مناسب ہوتا ہے۔

پہاڑی علاقوں کی گرم وادیوں میں اسکی کاشت کی جاتی ہے۔

جھینگا تڑی[۳۲]

اقسام توریوں سے ہے۔ دس انچ سے ایک فٹ تک لانبی ہوتی ہے اور اُبھری ہوئی لکیریں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر راکس برگ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ چھیل کر اُبال لیجائے۔ اور نمک مرچ و مکھن ملا کر کھائی جائے تو سبز مٹر سے کچھ کم ہی لذیذ ہوتی ہے۔

نوٹ نمبر ۳۲۔ یہاں تڑئی اور گھیا تڑی کی کاشت شروع ماہ جولائی میں کیجاتی ہے اسکی فصل موسم بارش میں تیار ہوتی ہے جھینگا تڑی جسکو چھولہ تڑئی بھی کہتے ہیں اسکی فصل بارش کے ساتھ ختم ہوجاتی ہے۔ گھیا تڑی کی قسم جسکو گلکی بھی کہتے ہیں موسم سرما تک رہتی ہے اگر اس کو پانی دیتے رہیں تو آغاز موسم گرما تک اسکے پھل دستیاب ہوسکتے ہیں۔ طریقہ کاشت یہ ہے کہ لانبی لانبی نالیاں چھ چھ انچ گہری کھود کر اُن میں معمولی گوبر کا کھاد بھر کر زمین کے برابر کر کے تڑئی کا بیج چار چار فیٹ کے فاصلہ پر بویا جائے۔ بلکہ نالیوں میں اتنا کھاد بھرا جاوے کہ بارش میں جب وہ بیٹھے تو اُن میں گڑھا نہ پڑے تاکہ بارش کا پانی نالیوں میں نہ ٹھہر سکے۔ اگر بارش کم ہو تو اسکو گوڑ کر جس سے پانی دے اور تڑئی کی بیلوں کے لئے اُن پر منڈوے بنا دے تاکہ بیلیں اوپر چڑھ جاویں اور پھل لٹک کر سیدھی اور صاف رہیں۔ تڑئی کے پھول

میرا خیال ہے کہ جو لوگ صاحب موصوف کے اس قول پر بھروسہ کرینگے اُن کو مایوسی ہوگی - لیکن یہ اپنا اپنا مزہ ہے ان کو اچھی معلوم ہوئی اور اُنہوں نے سبز مٹر سے مقابلہ کردیا - یہ فصلی ترکاری ہے - بارش میں اس کی تخم ریزی کیجاتی ہے - اور جاڑہ میں استعمال کے قابل فصل تیار ہوجاتی ہے - ایک قسم کی تورئی اور ہوتی ہے - جسے گھیا توری کہتے ہیں - اس کا چھلکا صاف اور چکنا ہوتا ہے - پہاڑی علاقوں میں بھی اس کی کاشت ہوتی ہے -

وائٹ گورڈ[۳۳] کھینڈا

اس کا پھل بڑا اور انڈے کی صورت کا خوبصورت ہوتا ہے مجھکو معلوم نہیں ہے کہ یورپین صاحبان اسے زیادہ کھاتے ہوں - لیکن ہندوستانی عامۂ شوق

بقیہ نوٹ نمبر ۳۲ - موسم بارش میں شام کے وقت جبکہ آسمان پر ابر محیط ہو تو زرد زرد نہایت بھلے معلوم ہوتے ہیں - گلگی کو دیہات بھوپال میں گھیا ترئی کہتے ہیں -

نوٹ نمبر ۳۳ - میرا تجربہ اسکی کاشت کی بابت اس طرح پر ہے کہ شروع ماہ جولائی میں باغ کے اندر یا باہر جس جگہہ کھاد جمع کیا جاتا ہو تھالے بناکر اور معمولی کھاد تھالوں میں بھر کر پیٹھے کے بیج بوئے جائیں یا جہاں کچرہ اور کوڑہ کا ڈھیر سڑ کر مٹی ہوگیا ہو وہاں تھالے بناکر بوئے تو خوب ہوتا ہے یہ کچرہ کوڑے والی جگہہ کو زیادہ پسند کرتا ہے - غرض کہ پیٹھے کا پودا ہمیشہ خودرو

کھاتے ہیں۔ ان کے خس پوش مکانوں پر یہ پھیلا ہوا دیکھنے میں۔ بہت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ یہ کھلا ہوا رکھا جاتا ہے کسی جنس کے پیچھے چھپا۔ تے تک نہیں ہیں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دوسری قسم کے کدو اگر اس طرح کھلے ہوئے ہوں تو فوراً چوری جاتے ہیں۔ لیکن اس قسم کے کدو کی خاص طور پر کسی مذہبی خیال سے یہ عزت کیجاتی ہے۔ کہ اسے چور بھی نہیں چراتے۔

یہ فصلی ہوتا ہے۔ بارش کے موسم میں اسکے بیج بوئے جاتے ہیں اور بارہ میں استعمال کے قابل تیار ہو جاتا ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۳۳ - طریقہ پر زیادہ زور دار اوگتا ہے میں نے یہاں بھوپال کے باغات میں اسی طرح پر دیکھا ہے اور اکثر بویا ہے بھوپال کے مواضعات میں غرباء کے خس پوش مکانوں کی پشت پر جہاں اُنکے مواشی کے کچرہ اور گوبر کا ذخیرہ ہوتا ہے وہاں اس کو کاشتکار اکثر بو دیا کرتے ہیں جنکی بیلیں بڑھکر خس پوش مکان پر چھا جاتی ہیں پیٹھہ کی مٹھائی حلوا۔ مربہ نہایت اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے پیٹھہ نہایت مفید شے ہے بارش کے اختتام پر پیٹھے تیار ہو جاتے ہیں جنکو دیہاتی لوگ توڑکر خشک جگہہ پر یا چھینکوں میں لٹکا رکھتے ہیں بعض اوقات کم یاب ہو کر بہت گراں فروخت ہوتا ہے مخصوص مواشی کے علاج کے لئے دیہاتی بڑی تلاش سے لاتے ہیں اسکے تخم ہر جگہہ پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہاں ہی مقام پر بھی جہاں گھوڑہ اور کچرہ اور کھاد کا ڈھیر ہو وہاں اسکے پودے نہایت شاداب و کثیرت پھل دیتے ہیں۔ پیٹھہ تمام سال رہ سکتا ہے اگر احتیاط سے رکھا جاوے۔ اسکا پھل اور تخم دونوں نہایت مفید شے ہیں اور کثیرت

پہاڑی علاقوں میں نہیں ہوتا۔ بعض اوقات گرم وادیوں میں اس کی کاشت کی جاتی ہے۔

لوکی [۳۴]

ہندوستان کی بہت عام ترکاریوں میں سے ہے۔ یہ دیکھنے میں ایسی معلوم ہوتی ہے گویا دو ولایتی کدو کے سرے جوڑ کر ایک کر دیا گیا ہے یا ربڑ کے خول میں ہوا بھر کر بیچ میں ایک دھاگا باندھ دیا گیا ہے کہ دونوں جانب ہوا سے پھولی ہوئی

بقیہ نوٹ نمبر ۳۳ - ادویہ میں کام آتے ہیں مخصوص اختلاج قلب وغیرہ کے مرضا کے لئے یا محرورین یعنی گرم مزاج والوں کے لئے نہایت مفید ہے۔

نوٹ نمبر ۳۴ - تومڑی یعنی لوکی کی قسموں میں سے شیریں اور تلخ دونوں ہوتی ہیں۔ آغاز ماہ جولائی میں تخم ریزی کرنا چاہیئے۔ آخر بارش تک فصل تیار ہو جاتی ہے شیریں تومڑی کو مثل لوکی کے پکا کر کھاتے ہیں تلخ تومڑی کسی کام میں نہیں آتی البتہ سخت اور خشک ہو جانے پر دہقان لوگ اسکے اندر کا گودا سڑا کر اور نکالکر اور اسکو اپنی حکمت کے مطابق تیار کرتے ہیں جس سے تلخی جاتی رہتی ہے اور موسم گرما میں پانی بھر کر صراحی کا کام لیتے ہیں۔ اسکا پانی نہایت ٹھنڈا اور طبًا بہت مفرح ہوتا ہے مینے اکثر دیکھا ہے کہ اس ملک کے قدیم باشندے گونڈ بھیل اور دیگر دہقانی یعنی کاچھی۔ مالی اکثر مذکورہ بالا طریقہ سے پانی کے تونبے تیار کرتے ہیں

ہے اور بیچ میں پتلی ہے۔ ہندوستان کے تمام ملکو نہیں ہوتی ہے۔ سیم کی طرح ٹکڑے کرکے کھائی جاتی ہے۔ لیکن کوئی خوش ذائقہ ترکاری نہیں ہے۔

جون میں تخم ریزی کیجاتی ہے اور فصلی ہے پہاڑی باغات میں اس کی کاشت نہیں کی جاتی۔

(اسکی ۲ قسمیں ہیں ایک شیریں، اور دوسری تلخ ہوتی ہے)

کھیرا[۳۵]

ہندوستان میں دو قسم کا کھیرا ہوتا ہے۔ یہ دونوں کھیرے یا تو ملک غیر سے لاکر رواج دے گئے ہیں۔ یا دیسی ہیں۔ لیکن ولایتی کھیروں کی طرح لذیذ اور ملائم نہیں ہوتے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۳۴ ۔ جو سالہا سال تک رہتے ہیں اور تلخ تو مڑی کا بیج دوا میں کام آتا ہے۔

نوٹ نمبر ۳۵ ۔ بھوپال متصل شہر کے دیہات اور مضافات میں کھیرے کی کاشت بکثرت کیجاتی ہے پہلی فصل اس کی ماہ مارچ بوئی جاتی ہے جسکی بہار آخر جون میں تیار ہوتی ہے مگر مارچ میں کھیرے کی فصل کثرت سے نہیں بوئی جاتی اس فصل کے پھل قدرے چھوٹے اور لذیذ ہوتے ہیں۔ دوسری فصل کی تخم ریزی شروع جولائی میں بڑے پیمانہ پر کرتے ہیں جو اکتوبر تک تیار ہو جاتی ہے۔ اس فصل کے پھل بوجہ بارش کے بڑے اور شاداب ہوتے ہیں یہ بانیز

(۱) لانبا کھیرا شروع میں سبز اور پکنے پر گہرا سبز ہو جاتا ہے اور سفید لکیریں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہوتی ہیں ڈاں صاحب اور دیگر واقفکاران کی رائے ہے کہ لانبا کھیرا نیپالی قسم سے ہوتا ہے کلکتہ میں اسکی کاشت بہت کیجاتی ہے اور بڑے سے بڑا سترہ انچ تک لانبا ہوتا ہے۔ میری نظر سے اتنا بڑا کھیرا تو نہیں گزرا ہی لیکن بارہ ۱۲ سے چودہ ۱۴ انچ تک کا لانبا بھی اس ملک میں بڑا شمار ہوتا ہے چھ انچ سے بڑا بلا پکائے ہوئے کھانے کے قابل نہیں ہوتا اور اس سے زائد بڑا بہت سخت پھیکا ہوتا ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۳۵ ۔ دو قسم کے پھل دیکھے گئے ہیں ایک سبز رنگ کا دوسرا سفیدی مائل سبز رنگ والا کھیرا مقابلہ سفید رنگ والے کے بڑا ہوتا ہے باریک باریک خار دونوں قسموں کے پھلوں پر ہوتے ہیں بلکہ سفید پر بمقابلہ سبز کے زیادہ ہوتے ہیں چھوٹے قد و قامت کے کھیرے خام کھانیکے لایق ہوتے ہیں بڑے بڑے کھیرے جنکی عمر زیادہ ہو جاتی ہے وہ پکا کر بھی کھائے جاتے ہیں۔ بڑے ہو جانے کی وجہ سے پھیکے اور قدرے ترش ہو جاتے ہیں۔ جو فصل کہ یہاں شروع جولائی میں بوئی جاتی ہے اکثر ایسا کرتے ہیں کہ مکّا کے ساتھ ککڑی کے بیج بھی کھیتوں میں بوتے ہیں مکا کے درخت اوپر بڑھکر بلند ہو جاتے ہیں اور کھیرے کی بیل زمین پر پھیلتی ہے لیکن اس صورت میں کھیرے کا نقصان بہت زیادہ ہوتا ہے کاشتکار کھیتوں میں مکا کے بھٹوں کی ضرورت سے داخل ہوتے ہیں جن کے پیروں سے بیلیں کچل کر ضائع ہوتی ہیں دوسرا نقص یہ ہوتا ہے کہ کھیرے گیلی زمین پر رہنے کی وجہ سے بیشتر

زمین سے خود رائسین علاقہ بھوپال میں اٹھارہ - بیس ۲ انچ تک کا بچا کھیرا کھایا ہے جو قلعہ پر ہوتا ہے اور نہایت ملائم اور لذیذ ہوتا ہے - ایسا اور کہیں نہیں ہوتا) (کاتب)

(۲) دوسری قسم کا کھیرا چھوٹا ہوتا ہے - خام حالت میں اس کا رنگ میلا سفید ہوتا ہے لیکن پختہ ہونے پر رنگ بھورا ہو جاتا ہے - اسکی صورت قریب قریب "وہائٹ ٹرکی" کے ہوتی ہے -

بھوننے کے لئے چھوٹا کھیرا موزوں ہوتا ہے - برسات کے موسم میں جب دوسری ترکاریاں نایاب ہو جاتی ہیں تو اُسے بھون کر کھایا جاتا ہے -

---

بقیہ نوٹ نمبر ۳۵ - گلتے اور سڑتے ہیں - مینے سرکاری باغات میں اور باغات کے متعلقہ اراضی میں کھیرے کی کاشت وقتاً فوقتاً جداگانہ کی ہے - کھیروں کے بیج کیاریوں میں بوا کر اُن کی بیلوں کو جھاڑیوں پر اور منڈوں پر چڑھایا ہے اس ترکیب سے نہ کھیرے خراب ہوتے اور نہ بیلیں پامال ہوتی ہیں کھیرے کے لئے اونچی زمین زیادہ مناسب ہے جہانکہ پانی نہ ٹھہر سکے - پانی بھر جانے سے بیلیں زرد ہو کر ضائع ہو جاتی ہیں اسکی کاشت کے لئے گوبر کا سڑا ہوا کھاد زیادہ مفید ثابت ہوا ہے علاقہ رائسین ضلع مشرق کے قلعہ پر جو بالم کھیرا ایک زمانہ قدیم سے ہوتا ہے وہ بہت اچھا سمجھا جاتا ہے اور اُسکا پوست سبز رنگ کا ہوتا ہے اندر سے زرد رنگ نکلتا ہے بہت گوشت اور وزنی ہوتا ہے اس بالم کھیرے پر خار بہت کم اور دور دور ہوتے ہیں اسکا قد ۱۶ - ۱۷ - انچ کا ہوتا ہے بعض پھل اس سے بھی بڑے ہوتے ہیں اور اس کھیرے میں تراشنے پر ایک اچھی خوشبو نکلتی ہے اور شیریں ہوتا ہے - کھیرے کی ایک قسم ریاست جاورہ میں ہے جو

دونوں اقسام کے کھیروں کے تنے لانبے اور مضبوط ہوتے ہیں۔ اور عموماً کسی درخت پر چڑہا دیئے جاتے ہیں۔ جولائی یا اسکے بعد اس کی تخمریزی کیجاتی ہے۔ اور بارش کے موسم میں اسکی فصل استعمال کے قابل تیار ہو جاتی ہے۔

اسی زمانہ میں یعنی جولائی و اگست میں امریکہ کے بیج بو کر میں نے کھیرے کی کاشت کی تھی۔ لیکن ہمیشہ ناکامی ہوئی۔ پودے بڑہے نہیں۔ بیمار صورت مرجھائے ہوئے تھے اور بلا پھول لائے ضائع ہو گئے۔ بارش ختم ہونے پر تخمریزی کی تو پھول لائے اور امید پھل لانے کی ہوئی۔ لیکن بلا پھلے ہوئے ضائع ہو گئے۔ بعد ازاں پھر اکتوبر کے آخر میں میں نے گملوں میں طاقت ور مٹی بھر کر بیج بوئے اور ان کو برآمدہ میں رکھ کر جعفریوں پر چڑہا دیا تو وہ ماہ کے اندر اندر چھوٹے چھوٹے کھیرے ان میں پیدا ہوئے لیکن لطافت اور ملائمت میں یورپین کھیروں سے کم تر تھے اور کوئی شبہ نہیں ہے کہ اگر میں ولایتی بیج بوتا تو یقیناً عمدہ کھیرے پیدا ہوتے۔ ولایتی بیجوں کو بو کر پیدا کرنے میں ایک بڑی دقت یہ پیش آتی ہے کہ ایک قسم کے چھوٹے چھوٹے لال بھونرے یورش کر دیتے ہیں اور نرم و ملائم پتیاں جو نکلتی ہیں اُن کو چاٹ جاتے ہیں اگر پودوں پر بانس کا ایک ڈہانچہ کھڑا کر کے اوپر سے ایک باریک پارچہ مثل مچھردانی کے تان دیا جائے تو ان موزی کیڑوں کے گزند سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اس میں خفیف

بقیہ نوٹ نمبر ۳۵۔ قریب قریب اُسی خوبی کا ہوتا ہے جس خوبی کی وجہ سے رائسین کا کھیرا مشہور ہے۔ مگر اس کا پوست قدرے سفیدی مائل ہوتا ہے اور وہ بھی اندر سے زرد نکلتا ہے میں نے دیکھا ہے۔

خرچ پڑتا ہے۔ لیکن اس خوش ذائقہ اور نفیس ترکاری کے پیدا کرنے میں اس کا کچھ خیال نہ ہونا چاہیئے۔

ریاست جے پور کے رام نواز باغ میں شیشہ گھروں کے اندر اعلیٰ قسم کے ولایتی کھیرونکی کامیابی کے ساتھ کاشت کی گئی ہے۔ بیج ماہِ اکتوبر میں بوئے گئے تھے۔ فوری کیڑوں کو وہاں دسے کر یا کسی دوسری تدابیر سے نیست و نابود کر دیا جاتا تھا

پہاڑی علاقوں میں ولایتی کھیرے خوب ہوتے ہیں مارچ سے مئی تک تخم ریزی کی جاتی ہے اور خفیف حفاظت کر دینے سے عمدہ پھل حاصل ہوتے ہیں۔ اسکے لئے طاقتور زمین کا ہونا لازمی ہے۔

ککڑی

پکنے پر ککڑی کا رنگ اندر سے سرخ ہوتا ہے، اور دیکھنے میں بہت موٹے کھیرے کی سی معلوم ہوتی ہے۔ خام ہونے کی حالت میں بھنیاوی ہوتی ہے۔ اور اس پر نشانات پڑے ہوتے ہیں۔ ممالک متحدہ میں اکثر یورپین صاحبان بجائے کھیرے کے اس کو شوق سے کھاتے ہیں۔ لیکن مزہ میں اُسکے برابر ہرگز نہیں ہوتی۔

نوٹ نمبر ۴۳۔ ککڑی کی تخم ریزی بھوپال میں آخر فروری پر کیجاتی ہے جسکی فصل اپریل سے آخر جون تک بخوبی رہتی ہے ککڑی کا بیج لکھنو اور کارخانہ سہارنپور سے منگا کر اکثر بویا ہے جس سے

پارچ میں اس کی تخم ریزی ہوتی ہے اور گرمی کے موسم میں قابل استعمال تیار ہو جاتی ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۳۶۔ فصل بہت اچھی حاصل ہوئی پتلی پتلی ککڑیاں قدو قامت میں چھ یا آٹھ انچ کی لانبی خام کھانے کے لائق اعلےٰ درجہ کی نہایت ہی خوش ذائقہ ہوتی ہیں۔ بڑی اور موٹی ہو جانے پر ککڑی کی شیرینی ترشی سے مبدل اور اندر سے سرخی مائل ہو جاتی ہے جو ترش ہونے کی دلیل ہے۔ یہاں بھوپال میں دریائے نربدہ کے کنارے کی ککڑیاں بماہ اپریل اور مئی بغرض فروخت لاتے ہیں جو کم و بیش اٹھارہ یا بیس انچ لانبی ہوتی ہیں۔ اور چار یا پانچ انچ وہ رہیں موٹی ہوتی ہیں لیکن وہ پیلی اور اندر سے ترش ہوتی ہیں۔ مینے دیکھا ہے لوگ اُسے پکا کر خام کھاتے ہیں اور بعض اُسکو پکا کر کھاتے ہیں ککڑی کی کاشت کے لئے ریتیلی مٹی اور گوبر کا کھاد یہاں زیادہ مفید ہے چونکہ اسکی کاشت موسم گرما میں ہوتی ہے اسلئے باغات میں ہر چوتھے روز شام کے وقت چرس سے آبپاشی کرنا چاہئیے۔ مینے ایک مرتبہ ککڑی کو بویا تھا اور اُسکے بیلوں کو جھانکڑوں پر نہیں چڑھایا زمین پر بیلیں پھیلی رہیں جسکی وجہ سے ککڑیاں بہت سڑ گئیں۔ اور کرم خوردہ ہو گئیں تھیں بعدہٗ جو کاشت کی گئی انکو جھانکڑوں پر چڑھایا تو اس قسم کا نقصان بہت کم ہوا ککڑی کی ایک قسم ہوتی ہے جسکو (پیرس گھرکن) کہتے ہیں۔ اسکا قدو قامت چھ انچ کے قریب ہوتا ہے اُسپر خار زیادہ ہوتے ہیں مینے اس ککڑی کے تخم کو کوہ منصوری سے منگوا کر علیش باغ میں بویا تھا۔ یہ ککڑیاں اچھی اور خوش ذائقہ ہوتی تھیں۔ علاوہ اسکے ایک ککڑی گول ہوتی ہے

پہاڑی مقامات پر اپریل میں بیج بوئے جائیں اور شب میں ٹھکرے وپالے
سے چھوٹے پودوں کی حفاظت کیجائے۔

اس کواش یعنی ولایتی کدو[۳۷]

امریکہ میں دو تین قسم کے کدو کو اس کواش کہتے ہیں ایک قسم کو "کوکانٹ
اس کواش" کہتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مثل ناریل کے اسکی صورت ہوتی ہے
دوسرے کو "اس کے لپ اس کواش" کہتے ہیں کہ اسکے اوپر چھلکے ہوتے
ہیں۔ "اخبار گارڈنرس کرانیکل" میں ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ امریکہ
میں اسکی کاشت بہت ہوتی ہے۔ گڈھے کھود کر ایک ایک یا دو بیج اس میں
بو دیئے جاتے ہیں۔ یہ مختلف اقسام اور ذائقہ کے ہوتے ہیں مثل "ویجی ٹیبل مرو"

بقیہ نوٹ نمبر ۳۶۔ جسکے پوست کا رنگ اول سبز ہوتا ہے بعدہ بادامی ہوجاتا ہے اسکے
تخم فلاور ایجنسی سہارنپور سے دستیاب ہوسکتے ہیں اسکے پیڑ چھوٹے چھوٹے اور سیدھے ہوتے
ہیں ککڑیوں کے وزن سے درخت زمین پر گرجاتے ہیں ہر چوتھے روز آبپاشی کرنا چاہیئے
اگر ممکن ہو تو درختوں کے نیچے قدرے گھاس بچھادے تاکہ ککڑیاں کرم خوردہ اور
خراب نہ ہونے پائیں۔

نوٹ نمبر ۳۷۔ اس کواش جسکو ویجی ٹیبل مارو بھی کہتے ہیں۔ اسکی کاشت کا طریقہ مثل

کے اُبال لئے جاتے ہیں یا مثل شلجم کے دودھ امرچ، اور نمک ملا کر پیس لئے
جاتے ہیں۔ پکنے پر ان کے ٹکڑے مثل کدو کے کاٹ لئے جاتے ہیں۔ فرانس
میں اس طرح کھائے جاتے ہیں کہ جب انڈے کے برابر ہو جاتے ہیں تو پانی میں
نمک ڈالکر ان کو اوبال لیا جاتا ہے۔ اور مثل مربہ کے توسٹ کے ساتھ کھائے
جاتے ہیں۔ جنوبی ہندوستان میں اس کی کاشت شروع بارش میں کر دینا چاہیئے۔ مئی
کے آخر میں ناندوں یا صندوقوں میں ان کی کاشت کر دی جائے۔ جب پودے

بقیہ نوٹ نمبر ۲۳۔ گڈیلی اور کدو کے کاشت کے ہے اسکے پھل کا ذائقہ مثل کدو کے
ہوتا ہے اسکے پھل اور اُن کا رنگ و روغن نہایت دلکش ہے اسکی کاشت سے بھوپال
میں کسی کو دلچسپی نہیں ہوئی ہے میں نے چند بار کوہ منصوری سے مسٹر ڈبلیو ڈبلیو جانسٹن صاحب
کے کارخانہ سے تخم منگا کر یہاں بویا آخر فروری یا شروع مارچ میں دو فیٹ کے مدور تھالے بنا کر
اُس میں خوب سڑا ہوا گوبر کا کھاد دیکر اس کو اش کے دو دو بیج ایک کو دوسرے سے فاصلہ دیکر
ہر تھالے میں لگائے جب تک تخم جم نہ آئے گھڑے یا ہزارے سے پانی دیتا رہے تخم کے
جم آنے پر اور پیڑوں کے چھ انچ بلند ہو جانے پر چرس سے پانی دینا مفید ہوتا ہے اس میں
پھول بہت جلد آتے ہیں بار یک بار یک سیاہ و سرخ کیڑے ان کو اسدرجہ نقصان پہنچاتے ہیں کہ فصل
کا ہونا دشوار ہوتا ہے اسلئے مناسب ہے کہ مٹی کا تیل پانی میں ملا کر اور خوب پھینٹ کر درختوں پر
ہر چوتھے روز چھڑکتا رہے اور ہر صبح کو مالی کو چاہیئے کہ وہ خود یا کسی ماتحت کے ذریعہ
سے کیڑوں کو چنوا کر ضائع کرا دیا کرے مجکو اس کی کاشت میں کیڑوں کے نقصان کرنے کی وجہ سے

کسی قدر بڑے ہو جائیں تو پانچ پانچ فیٹ کے فاصلہ سے گڈھا ہوا پیدا خوب طاقتور کھاد دے۔ پھر منتقل کر دینا چاہیئے۔

پرتگال میں اس کی تخم ریزی کھلی ہوئی کیاریوں میں آخر اکتوبر میں کی جاتی ہے پھیلنے کے لئے پودوں کو ضرورت زیادہ زمین کی ہوتی ہے۔ اسلئے اچھی زمین میں ان کو لگانا چاہیئے کہ جہاں کافی موقع پھیلنے کا ملے۔

بہتر ترکیب یہ ہے کہ قریباً سولہ انچ چوڑے اور اسی قدر انچ عمیق گڈھے زمین میں کھودے جائیں۔ خوب طاقتور کھاد مٹی میں ملا کر ان میں بھر دی جائے اور ہر ایک میں دو دو تین تین بیج بو دیئے جائیں۔ اگر سب جم آئیں تو جو کمزور ناکارہ پودے ہوں ان کو اکھاڑ دیا جائے اور تنا اور پودہ ایک ایک گڈھے میں رکھا جاوے

جب پودوں میں تین چار پتے بڑی قسم کے نکل آتے ہیں تب سرخ رنگ کے بھونرے ان پر یقیناً حملہ آور ہوتے ہیں۔ عموماً مالی لوگ ایسی صورت میں درختوں پر راکھ چھڑکتے ہیں۔ لیکن بجائے ایک کے درختوں کو اس سے اور زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ اگر ابتدا میں درختوں کی حفاظت کر دی جائے تو ان کے عرق میں بعد ازاں کچھ ایسا تغیر واقع ہوتا ہے کہ یہ موذی کیڑے پھر ان پر رجوع نہیں ہوتے۔ اور ایک یا دو ہفتہ کے بعد ان میں پھول آ جائیں تو انہیں بقدر مناسب کم کر دینا چاہیئے اگر یہ عمل نہ کیا گیا تو کدو بہت چھوٹے اور بد ذائقہ ہونگے۔ اور بیلیں بھی زیادہ بوجھ

بقیہ نوٹ نمبر ۴۷۔ سخت محنت اور نگرانی کرنی پڑتی تھی۔

پڑنے کی وجہ سے جلد کمزور ہو جائیں گی۔ بیلوں کی آب رسانی ہمیشہ کرتے رہنا چاہیئے اور کبھی ان کی جڑوں میں رقیق کھاد بھی دیدینا بہت مفید ہوتا ہے۔

کدو جب پک جائیں اور ملایم ہوں تو ان کا توڑ لینا ضروری ہے ورنہ اگر عرصہ تک درختوں میں لگے رہے تو علاوہ سخت ہو جانے کے نکمے ہو جاتے ہیں۔

مس لسلی صاحبہ فرماتی ہیں کہ سبز "اس کواش" یا موسم گرما کا "اس کواش" کا چھلکا زرد ہونے لگے تو کھانے کے قابل اور لذیذ ہوتا ہے پک جانے کے بعد پانی کم ہو جاتا ہے اور تلخی جاتی رہتی ہے۔

ممالک متحدہ میں فروری سے پہلے تخم ریزی ہرگز نہ کی جائے ورنہ زیادہ سردی سے پودے جل جاتے ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں اپریل میں تخم ریزی کی جائے تو جولائی میں استعمال کے قابل پھل ہو جاتے ہیں۔

گول کدو [۴۳]

دیسی گول کدو سرخی مائل بھورے رنگ کا ہوتا ہے۔ موٹی موٹی قاشوں کے نشانات اوپر نمودار رہتے ہیں۔ عموماً ہندوستانی لوگ اس کی کاشت کھانے اور بازاروں میں فروخت کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ دیسی کدو

نوٹ نمبر ۴۳۔ گول کدو کی کاشت بھوپال اور اُسکے اطراف میں اوسط پیمانہ پر ہوتی ہے۔

بڑے ہوتے ہیں۔ بازاروں میں مسلم اور قاشیں کاٹ کر فروخت کیا جاتا ہے
میرے خیال میں تمام قسم کے ہندوستانی کدوں سے بہتر ہوتا ہے۔ بھنے ہوئے گائے کے گوشت
کیساتھ ذائقہ میں نفیس ہوتا ہے اگر گائے کے گوشت کیساتھ بھون کر پکایا جائے تو نہ تو دیکھنے میں اور نہ
ذائقہ میں گاجر سے امتیاز کیا جا سکتا ہے۔ یہ موسمی ترکاریوں میں سے ہے۔ بارش
کے موسم میں تخم ریزی ہوتی ہے اور جاڑہ کے موسم میں کھانے کے قابل تیار
ہو جاتا ہے۔ باغات میں اسکی کاشت بہت کم کی جاتی ہے۔

پہاڑی علاقوں میں میری نظر سے اسکی کاشت نہیں گذری۔

بقیہ نوٹ نمبر ۳۸۔ اس کی تخم ریزی یہاں دو مرتبہ کی جاتی ہے ایک مرتبہ شروع
بارش میں اور دوسری مرتبہ موسم سرما کے آخر ہونے پر شروع موسم بارش میں جو تخم ریزی
کی جاتی ہے وہ آخر موسم گرما اور شروع بارش تک تیار رہتی ہے لیکن آخر الذکر کی
کاشت عموماً یہاں کم ہوتی ہے اول الذکر کدو کی کاشت جو شروع بارش میں کی جاتی
ہے یہ کسی قدر زیادہ کی جاتی ہے اس کی کاشت کے لئے زیادہ تردد کرنے کی حاجت
نہیں اسلئے معمولی کھاد گوبر یا گھوڑے کی لید کا بالکل سڑا ہوا مفید ہوتا ہے ہندو اس کو زیادہ
اور عقیدت سے کھاتے ہیں۔ مسلمان لوگ بھی کھاتے ہیں لیکن کم۔ کدو جب خوب پک کر
پختہ ہو جاتا ہے تو اسکو چھینکے میں رکھکر لٹکا دیتے ہیں۔ اکثر اس کی کھیر بھی پکتی ہے۔

انسان کے ہاتھ کے برابر لانبی سفیدی مائل سبز رنگ کی ترکاری ہوتی ہے
اور قریباً چار انچ موٹا ہوتا ہے۔ اس کا درخت بہت عجلت کے ساتھ بڑا ہوتا ہے
اور جاڑہ کے موسم میں مثل چچونی سیم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھایا جاتا ہے۔

پہاڑی علاقوں میں اس کی کاشت نہیں کی جاتی۔ ہندوستانی لوگ اسکی
کاشت خاص طور پر کرتے ہیں۔ اور اکثر نالوں کے کناروں پر بوتے ہیں۔

نوٹ نمبر ۳۹ - چچینڈے کی کاشت بھوپال میں بہت کم ہوتی ہے۔ اسکو آغاز بارش میں
بوتے ہیں آخر بارش میں یہ تیار ہو جاتا ہے اس کے لئے گوبر کا کھاد مفید ہے اسکے بونے
کے واسطے دو فیٹ مدور تھالے بنا کر ہر تھالے میں دو بیج بونا چاہئیے اور اُن کی بیلوں کو
منڈوں پر چڑھانا چاہیئے منڈوں پر چڑھانے سے چچینڈے لٹک کر سیدھے اور صاف رہتے
ہیں جب منڈوے پر چچینڈے چڑھائے جاتے ہیں اُس کے نیچے بیسیوں چچینڈے
لٹکے ہوئے بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں چچینڈوں کے پوست پر سفیدی اور سیاہی مائل
دھبے بھی ہوتے ہیں اس میں ایک قسم کی ہیک ناگوار ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی ترکاری
کم کھائی جاتی ہے اسکو ہلکا جوش دیکر پکاتے ہیں۔ جوش دینے سے ہیک کم ہو جاتی ہے
چچینڈے تین یا چار فیٹ تک لانبے ہوتے ہیں۔

پلول (پروَل) نمبر ۵۴

یہ ترکاری قریبًا چار انچ لانبی اور دو انچ چوڑی سبز رنگ کی مستطیل ہوتی ہے۔ کانگریا سلم او بالنے پر ایک قسم کی کساوٹ ذائقہ میں آجاتی ہے۔ لیکن بارش میں جب دوسری ترکاریاں میسر نہیں آتیں تو اسی کو لوگ استعمال کرتے ہیں

نوٹ نمبر ۵۴۔ پرور جسکو بنگال میں پلول کہتے ہیں اسکی کاشت یہاں کم کیجاتی ہے۔ پرول کی تخم ریزی شروع مارچ میں کیجاتی ہے اور اسکی فصل شروع جاڑہ تک رہتی ہے اسکی کاشت کے واسطے یہاں کی میدانی زمین موزون ہے اسکو گوبر یا لید کا سڑا ہوا کھاد زیادہ مفید ہوتا ہے۔ گھورے کی مٹی کچرا اور راکھ ملی ہوئی اگر اسکے تھالوں میں دیجاوے تو وہ بھی مفید ہے اسکے پھول سفید اور پھل ۸ سے ۱۰ انچ تک لانبے ہوتے ہیں اور بعض اس سے بھی زیادہ۔ اسکا پوست مائل بہ سفیدی اور پوست پر باریک سفید بھوسی یا روآن سا ہوتا ہے جو ملنے سے دور ہوکر سبز رنگ نکل آتا ہے۔ اسکو بنگال کے لوگ زیادہ کھاتے ہیں۔ مولوی محمد عبد الجبار خانصاحب بہادر سابق وزیر ریاست بھوپال نے مجھے اسکی کاشت کی بابت ایک مرتبہ توجہ دلائی تھی اس بنا پر مینے اسکی کاشت عیش باغ میں کی تھی صاحب ممدوح کے یہاں یہ ترکاری بذریعہ پارسل بنگال سے آیا کرتی تھی وہ اس ترکاری کو بہت لذیذ فرماتے تھے ضلع گورکھپور کے قیام میں جو سرحد بنگال پر واقع ہے مجھے بھی اسکی ترکاری کے کھانے کا بہت اتفاق ہوا ہے نہایت خوش ذائقہ سریع الہضم اور بہت فائدہ رساں ترکاری ہے مخصوص گوشت میں اسکی ترکاری بہت

چونکہ بازاروں میں بہت ارزاں ملتا ہے اس لئے باغات میں اس کی کاشت نہیں ہوتی بنگالی لوگ اسے بہت شوق سے کھاتے ہیں بارش کے موسم میں قلم جڑوں اور بیجوں کے ذریعے اسکی کاشت کی جاتی ہے۔

پہاڑی علاقوں میں قطعی طور پر نہیں ہوتا۔

"مٹر"

تخم فروش تاجروں کی فہرستوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنے قسم کے مٹر ہوتے ہیں اتنی قسمیں اور کسی دوسری ترکاری کی نہیں ہیں۔ اور سالانہ نئے نئے قسم کے مٹر پیدا کئے جاتے ہیں۔ ان کے اکثر اقسام میں سوائے نام کے فرق ہونے کے اور کوئی تفاوت نہیں ہوتا۔ اور ہندوستانی باغات کیلئے

نوٹ نمبر ۱۸۔ مٹر بہت اقسام کے ہیں۔ بعض چھوٹے اور بعض بڑے ہوتے ہیں بعض کا دانہ گہرا سبز اور بعض کا قدرے سفیدی مائل ہوتا ہے۔ سبزی مائل والے دانے کی مٹر اچھی سمجھے جاتے ہیں۔ اسکی کاشت سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے اول شروع موسم سرما میں اور دوسری درمیان موسم سرما میں یہاں اسکو بوتے ہیں ان کو کیاریوں میں بونا چاہیئے اور ان کی بیلوں کو جھانکڑوں پر چڑھا دینا چاہیئے جو بیلیں زمین پر پھیلی رہتی ہیں وہ ضائع ہوتی ہیں۔ کیونکہ اسکی بیل بہت نازک ہوتی ہے تھوڑا سا صدمہ پہنچنے پر جاتی رہتی ہے اسکی تخم ریزی کے لئے جو کیاریاں بنائی جاویں اُن کو ایک فیٹ گہرا کھودنا چاہیئے اور خوب سڑا ہوا گوبر کا کھاد کیاری میں دینا چاہیئے

تین اقسام کے مٹر سے بحث کرنا مفید ہوگا۔

(۱) "ارلی ہنیر" مثلاً "ڈے بی آل اور رک"۔

(۲) "ارلی ارم پرر"

(۳) "رم بل لیٹر"

ان کے درخت دو سے تین فیٹ تک کے ہوتے ہیں۔ ٹیکوں کی ضرورت نہیں ہوتی اور کاشت سے دو ہفتہ کے اندر پھلیاں اترنا شروع ہو جاتی ہیں۔ ورنہ پیداوار بہت کم ہوتی ہے۔ زیادہ لذیذ نہیں ہوتیں۔ اور پھلیاں کم اترتی ہیں۔

دیسی بیجوں سے جو چھوٹے مٹر بنگال میں بوئے جاتے ہیں اور کلکتہ کے بازاروں میں بکثرت فروخت کے لئے آتے ہیں میرے خیال میں وہ خوش ذائقہ نہیں ہوتے۔ اور نہ اس قابل ہوتے ہیں کہ باغات میں اسکی کاشت کیجائے۔

(۲) درمیانی فصل کی مٹر کے درخت بڑے ہوتے ہیں اور وہ بہت ...

بقیہ نوٹ نمبر ۱۴۱۔ اور پھر آٹھویں روز اچھی طرح سے آبپاشی کرنا چاہیئے اسکی فصل شروع موسم گرما تک رہتی ہے صحرائی پرند اسکی فصل کو بہت نقصان پہنچاتے ہیں پھلوں کو چاک کرکے دانہ کھا لیتے ہیں۔ اور چوہے بھی اسکو کھاتے ہیں اور درختوں کی جڑیں کتر ڈالتے ہیں۔ اسکی فصل بہت سخت نگرانی اور محافظت سے بچتی ہے چوہوں کے نکالنے کے واسطے آنے ہیں سنکھیا ملا کر کھیت میں رکھنا چاہیئے۔ دیسی مٹر کے مقابلہ میں ولایتی مٹر زیادہ شیریں ہوتی ہے۔ اکثر

ہیں اور بونے میں تین ماہ کے بعد ان میں پھلیاں آتی ہیں اور عرصہ تک پھلیاں اُترتی رہتی ہیں۔ ان اقسام کے نام دوسرے "روفیٹس"

"پروشین بلیو"

"ہڈمینس امپریل"

"ہڈمینس امپریل" سے بہتر ذائقہ اور دانوں کی بڑائی میں کوئی دوسرے مٹر نہیں ہوتے اسکے درخت بہت بڑے نہیں ہوتے لیکن پیداوار خوب ہوتی ہے اور عرصہ تک پھلیاں اُترتی رہتی ہیں۔ ہوتے "پروشین بلیو مٹر" جس کے بیج آگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی امریکہ سے منگائی ہے وہ بھی عمدہ ہوتے ہیں۔ اسکی پھلیاں بڑی ہوتی ہیں۔ اور چھلکے سکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ کلکتہ کے قرب وجوار میں ایک قسم کی چوڑی پھلیوں کے مٹر کی کاشت ہوتی ہے۔ لیکن یہ قسم کوئی خاص طور پر عمدہ اور نفیس نہیں ہوتی۔

(۳) پچھلی فصل کی مٹر جسکی کلیاں بہت بعد میں تیار ہوتی ہیں وہ اس ملک کے لئے موزوں نہیں ہوتیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے بیج جلد ناکارہ ہو جاتے ہیں بونے کے بعد مثل درمیانی فصل کے بیجوں کے نہیں جمتے۔ اور ان کے درخت بہت اونچے ہوتے ہیں۔ عرصہ میں درخت تیار ہوتے ہیں۔ اور اکثر قبل پھولنے یا پھل لانے کے آندھی اور تیز ہواؤں کے جھونکوں سے گر جاتے ہیں۔

بقیہ نوٹ نمبر ۴۱۔ شوقین ولایتی مٹر کا زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ وہ خوش ذائقہ ہوتی ہے۔

جس زمین میں کہ متواتر مٹر نہ بوئے گئے ہوں اور لگاتار فصلیں حاصل کر کے اسکی قوت گھٹا نہ دی گئی ہو تو اُس میں بلا کھاد کے بھی مٹر کی فصل اچھی ہو سکتی ہے قبل اختتام بارش زمین کی خوب گہری کھُدائی کر کے تخمریزی کے لئے تیار کر لینی چاہیئے اور بارش کے بعد تخمریزی کر دینی چاہیئے۔ زمانہ بارش میں تخمریزی کرنا مناسب نہیں ہے۔

ڈاکٹر لی بگ صاحب فرماتے ہیں کہ دو تین انچ گہرے میں اگر بیج بوئے جائیں تو مٹر کی فصل عمدہ ہوتی ہے اس کی جڑیں ادہر اودہر نہیں پھیلتیں بلکہ سیدہی زمین کے اندر جاتی ہیں اسلئے مٹر کو ایسی زمین کی ضرورت ہے کہ جس کی علاوہ بالائی سطح کے اندرونی سطح تک کھدائی کر دی گئی ہو تا زی کھاد پست دالات سفید نہیں ہوتی۔

قبل تخمریزی کے زمین کی کھُدائی بار دوم پھر کر لی جائے اور ڈھیلے وغیرہ توڑ کر مٹی باریک کر لیجائے اور شمالاً جنوباً دو، دو انچ گہری اور تین تین انچ کی فصل سے کیاریوں میں نالیاں بنائی جائیں۔ پورب میں ان نالیوں کا باہمی فاصلہ چار سے پانچ فیٹ تک اس لئے رکھا جاتا ہے کہ درختوں کو ہوا اور روشنی کافی مقدار میں پہنچتی ہے لیکن میری رائے ہے کہ اس ملک کے لئے ڈہائی فیٹ کا فصل کافی ہے۔ اور درختوں کے نزدیک نزدیک ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کو سایہ پہنچتا رہتا ہے میری رائے ہے کہ ایسی زمین جہاں سارے دن

دہوپ نہ رہتی ہو، مٹر کی کاشت کے لئے غیر مفید مطلب خیال کیجاتی ہے۔

بہتر تدبیر یہ ہے کہ ہفتہ عشرہ پہلے تھوڑے مٹر بوکر امتحان کر لیا جائے کہ بیج بڑا یا گھنا

کس طرح کا بویا جائے۔ اور جمتا کیسا ہے۔ کیونکہ بعض چور مالیوں کا دستور ہے کہ

تخم ریزی کے بعد زمین سے بیج نکال لیتے ہیں اور لامحالہ جب زمین میں بیج ہی

نہ ہوگا تو جمے گا کیا خاک۔ وہ کہدیا کرتے ہیں کہ بیج ناقص تھا اس ترکیب سے مالی

کی چوری کی بھی ایک گونہ روک ہو جائے گی۔

اگر اس امتحانی تخم ریزی میں بیج کم جمیں، تو بہتر تدبیر یہ ہے کہ بہت ہلکی مٹی

گملوں میں بھر کر بیج بو دیئے جائیں اور جمنے کے بعد جو دیکھنے میں مرجھائے ہوئے

اور مریض ہوں ان کو اکھاڑ کر نالیوں میں نصب کر دیا جائے جس مٹر کے چھلکے سکڑے

ہوئے ہوتے ہیں انکو خاصکر اول گملوں میں بونا چاہیئے۔ کیونکہ ان کے چھلکے

ملایم اور ان کے مغز کمزور ہوتے ہیں۔ اس ملک میں آتے آتے ان میں

نقص آجاتا ہے۔

اگر بیج قابلِ اطمینان ہوں اور دیکھنے میں زیادہ اچھے معلوم ہوں تو ایک ایک

انچ سے کم فاصلہ پر نالیوں میں بو دیئے جائیں۔ زیادہ گھنا بونے میں نہ صرف بیج

کا فضول ضائع کرنا ہے، بلکہ گنجان درخت کمزور اور پتلے جمتے ہیں۔ اگر بارش

کے بعد تخم ریزی کی گئی ہے تو زمین میں یقیناً نمی ہوگی۔ اگر زمین میں کافی نمی نہ ہو

تو بارہ گھنٹے قبل تخم ریزی کے پانی دے کر مٹی کو نم کر لینا چاہیئے۔ اگر بیج اچھے ہوئے

تو تین چار روز میں جم آئیں گے۔ لیکن بونے کے چوتھے روز میں اگر سطح کی مٹی ہٹا کر دیکھنے میں بیج بد رنگ اور نہی لپٹی ہوئی دکھائی دیویں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ بیج سڑ گئے ہیں۔ اور پھر از سرِ نو تخم ریزی کرنا چاہیئے۔

جب پودے قریباً نصف فٹ کے اونچے ہو جائیں تو ان کی جڑوں پر مٹی چڑھا دی جائے۔ اور ٹیکیں لگا دی جائیں تاکہ جھکنے یا گرنے نہ پائیں۔ میں اسی ترکیب سے ٹیکیں لگاتا ہوں کہ درختوں کے دونوں جانب ملا کر بانس کی کھپا چیں زمین میں گاڑ دیتا ہوں اور اوپر کے سروں کو جھکا کر رسی سے بند ہوا دیتا ہوں۔

جب پھلیاں آنی شروع ہو جائیں تو پانی دینے میں کوتاہی نہ کرنا چاہیئے۔ لحاظ رکھا جائے کہ زمین خشک نہ ہونے پائے۔ تاکہ پھلیاں نرم اور عرصہ تک ہری رہیں۔

پھلیوں کو ہاتھ سے توڑا نہ جائے کیونکہ ہاتھ کے جھٹکے سے نرم نرم کونپلوں کو گزند پہنچتا ہے۔ اس مطلب کے لئے ایک تیز قینچی استعمال کرنا چاہیئے۔

اگر متواتر پھلیاں لینی ہوں تو ایک ایک ماہ کے وقفہ سے تخم ریزی کیجائے لیکن بنگال میں وسط دسمبر کے بعد تخم ریزی ٹھیک نہیں ہوتی۔

اگر فصل ولایتی بیجوں سے بوئی گئی ہے تو کئی سال تک انھیں بیجوں سے اچھی فصل حاصل کی جا سکتی ہے۔ غالباً تمام ترکاریوں کے بیج دو ایک برس کے بعد عمدہ فصل نہیں دیتے۔ لیکن مٹر کے بیجوں کی یہ کیفیت نہیں ہے۔ بالائی صوبجات

میں جن لوگوں نے ولایت سے بیج منگائے ہیں اُن کو سالانہ منگانے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اچھے سے اچھے پودوں سے عمدہ سے عمدہ پھلیاں بیجوں کے لئے انتخاب کر لی جائیں۔ یہ نہ کیا جائے کہ عمدہ پھلیاں کھانے کے لئے توڑ لی جائیں اور چھوٹی و ناکارہ پھلیاں بیجوں کے لئے چھوڑ دی جائیں بلکہ مناسب یہ ہے کہ بیجوں کے لئے خاص طور پر کاشت کی جائے اور اُن کی معقول نگہداشت کر کے عمدہ بیج حاصل کئے جائیں۔

جنوبی ہندوستان کے پہاڑی علاقوں میں ولایتی مٹر ہر قسم کا خوب ہوتا ہے لیکن دکن اور میدانی علاقوں میں جب پھلیاں آنی شروع ہوتی ہیں تو اکثر پالے کا اثر ان پر ہو جاتا ہے۔ اسلئے عمدہ دیسی بیج اس مُلک میں بونے کے لئے بہت موزوں ہوتے ہیں۔ اور وہ پالے کے اثر سے محفوظ رہتے ہیں۔

بنگلور میں مان سون (موسمی ہوا) شروع ہونے کے بعد جو فصل مٹر بوئی جاتی ہے وہ بہت عمدہ ہوتی ہے۔

بیج جب پورے طور پر خشک ہو جائیں تو بوتلوں میں مضبوط کاگ لگا کر حفاظت رکھدینا چاہیئے۔ ایک قسم کا کیڑا پیدا ہو کر اندر سے ان کو خالی کر ڈالتا ہے۔ ان سے حفاظت لازمی کرنا چاہیئے۔

پہاڑی علاقوں میں سایہ دار زمین شروع مارچ تک تخم ریزی کر دینی چاہیئے لگاتار پھلیاں لینا مدنظر ہو تو ستمبر تک دو دو ہفتہ کے بعد تخم ریزی کرتے رہنا چاہیئے قبل بونے کے اگر زمین میں خفیف شورہ ڈالدیا جائے تو بہت مفید ثابت ہوا ہے۔

مکھن سیم ہندوستان کی دیسی ترکاریوں میں سے ہوتی ہے - اسکی پھلی تلوار نما اور بڑی ہوتی ہے پر لو انچ لانبی اور قریبًا ایک انچ چوڑی ہوتی ہے - اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کئے جاتے اور اُبال سے پر دیکھنے میں پھولی پھولی معلوم ہوتی ہے لیکن ملائم ہوتی ہے میرا خیال ہے کہ تمام دیسی ترکاریوں میں سب سے عمدہ یہی ہوتی ہے - فرنچ سیم سے کچھ ہی کم لذیذ ہوتی ہے اور ہر طرح باغات میں بونے کے قابل ہوتی ہے -

نوٹ منتسٹر - مکھن سیم کے تخم کو یہاں بھوپال میں شروع ماہ جولائی میں بوتے ہیں اِسکے لئے معمولی باغ کی مٹی اور معمولی کھاد جو دستیاب ہوسکے مفید ہوتا ہے اس کی بیلوں کو بیس فیٹ بلند منڈوں پر چڑہانا چاہیئے شروع موسم سرما میں پھل آجاتے ہیں۔ اگر آبپاشی کی جانب سے عدم توجہی کی جاوے تو درخت ضائع ہوجاتے ہیں ہر سال آخر جون میں پرانی بیلوں کی باریک باریک شاخوں کو تراش دینا چاہیئے تاکہ زور دار بیلیں پیدا ہوں اور پھل زیادہ آویں ہر سال قبل بارش پرانے درختوں کی جڑوں کے پاس تھالوں کو کھود کر نئی کھاد اور مٹی دینا چاہیئے اور تھالوں کو صاف اور درست حالت میں کھو اسکے بیج کی ترکاری نہایت عمدہ ہوتی ہے -

اسکا درخت دائمی ہوتا ہے اور درختوں پر خوب چڑھ جاتا ہے یہانتک کہ
اُونچے سے اُونچے درخت پر بھی اسکی بیل پہنچ جاتی ہے اور سالانہ پھلتا ہے نصف
برسات سے اختتام سرما تک پھلیاں بہ کثرت اُترتی رہتی ہیں - جون میں اسکی
تخم ریزی کی جاتی ہے -

کھمن سیم تین قسم کا ہوتا ہے ایک کے پھول اور بیج لال ہوتے ہیں -
دوسرے کے پھول سفید اور بیج لال - تیسرے کے پھول اور بیج بڑے بڑے
اور سفید ہوتے ہیں پھلیاں قریباً دو فیٹ لانبی ہوتی ہیں اور ایک ایک میں ۲ تین
تین ۲ بیج ہوتے ہیں - یورپین اصحاب اسے شوق سے کھاتے ہیں - علاقہ سلہٹ
کے باشندگان کوہی مقامات کو یہ زیادہ مرغوب ہے - یہاں چونکہ پیدا ہوتی ہے
اس لئے یہاں کے لوگ اِسے زیادہ کھاتے ہیں -

پہاڑی مقامات میں اسکی کاشت دیکھنے میں نہیں آتی -

کھاچ ۱۴۳

ہندوستان کی دیسی ترکاریوں میں عمدہ ترکاری ہوتی ہے لیکن جہانتک
مجھے معلوم ہے یورپین صاحبان اس سے کم واقف ہیں -

نوٹ نمبر ۱۴۳ - کھاچ سیم کو آخر جولائی میں بونا چاہیئے اس کی فصل کی تیاری کا آغاز

راکس برگ صاحب فرماتے ہیں کہ بالائی مخملی چھلکا اُتار لینے کے بعد اندر کی ملائم گدا پھلی مصالحہ وغیرہ ڈال کر پکائی جائے تو ولایتی سیم سے کسی طرح کم لذیذ نہیں ہوتی اور آخر زمانہ بارش میں اس کی فصل تیار ہوتی ہے اور نفیس ترکاری کا کام دیتی ہے۔

جولائی میں تخم ریزی کی جائے اور اس کی کاشت میں سوائے پودوں میں ٹیکیں لگا دینے کے اور کسی مزید احتیاط کی ضرورت نہیں ہوتی۔

لوبیا

لوبیا ہندوستان کی دیسی ترکاری ہے مثل بیلدار سیم کے ہوتا ہے اور

بقیہ نوٹ نمبر ۴۳ - آخر بارش میں ہو جاتا ہے اور موسم سرما میں بھی اس کی فصل قائم رہتی ہے اس کے لئے گھوڑے کی لید کا کھاد جو تین سال کا سڑا ہوا اور پورانا ہو مفید ہوتا ہے۔ موسم بارش میں اس کی جڑوں میں پانی بھرا نہ رہنا چاہیئے۔ آغاز موسم سرما میں ہر آٹھویں دن چرس کا پانی دینا چاہیئے اسکے بیجوں کو بوقت تخم ریزی چار چار فیٹ کے فاصلہ سے کیاریوں میں لگانا چاہیئے۔

نوٹ نمبر ۴۴ - لوبیا جسکو یہاں روسہ کی پھلی کہتے ہیں اسکی کاشت یہاں بھوپال میں دو مرتبہ کیجاتی ہے اول تخم ریزی آخر ماہ فروری میں کرتے ہیں جس کی فصل مئی میں تیار ہو جاتی ہے اور دوسری

ہندوستان کے تمام حصص میں اسکی کاشت ہوتی ہے۔ صورت میں معمولی سم کے زیادہ مشابہ ہوتا ہے۔ لیکن ذائقہ میں بہت گھٹیا ہوتا ہے۔ مگر بارش میں چونکہ دیگر اقسام کی سیم دستیاب نہیں ہوتی اسلئے اسکو استعمال کیا جاتا ہے ورنہ اس میں کوئی خاص خوبی اور لذت نہیں ہوتی جولائی میں اسکی تخم ریزی کیجاتی ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۴۴۔ تخم ریزی شروع ماہ جولائی میں کیجاتی ہے جس کی فصل درمیان موسم بارش کے تیار ہوتی ہے اور موسم سرما کے شروع ہونے پر ایک ماہ تک فصل قائم رہتی ہے۔ بعدہ اسکو اکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں اس کی کئی قسمیں ہوتی ہیں یہاں پر دو قسمیں زیر کاشت ہیں ایک کی پھلی سفید اور لانبی ہوتی ہے اور دوسری قسم کی پھلی سبزی مائل اور چھوٹی ہوتی ہے یہ دونوں قسمیں یہاں شوق سے پکا کر کھائی جاتی ہیں۔ جو تخم ریزی فروری میں ہوتی ہے اسکو آٹھویں دن چرس کا پانی دینا چاہیئے اور جو تخم ریزی ماہ جولائی میں کیجاتی ہے اسکو چنداں آبپاشی کی ضرورت نہیں اسلئے کہ بارش کا پانی ملتا رہتا ہے۔ اگر اتفاقاً بارش کی کمی ہو تو ہر آٹھویں دن پانی دینا چاہیئے اس کی کاشت یہاں پہاڑی و میدانی ہر دو مقامات پر کیجاتی ہے۔ اس کے لئے گوبر کا سڑا ہوا کھاد اور گھوڑے کی مٹی مفید ہوتی ہے لانبے لانبے برہے بنانا چاہیئے اور ان برہوں میں تھالے چھ چھ فیٹ کے فاصلہ پر تیار کرے مذکورہ بالا کھاد اور مٹی تھالوں میں دے اور ہر تھالے میں دو یا تین بیج چھ چھ انچ کا فاصلہ دیکر لگاوے جبکہ بیلیں تین فٹ بلند ہو جاویں تو ان کو منڈوے پر چڑھنے کے لئے بانس کی قمچی کے ذریعہ سے سہارا دے یہ منڈوے پر چڑھکر خوب پھیلتی ہیں اور خاطر خواہ فصل حاصل ہوتی ہے۔

پہاڑی مقامات پر ماہ مئی میں کاشت کی جاتی ہے۔

"فرانسیسی سیم" (الب لب ول گیرز)

ڈاکٹر راکس برگ صاحب فرماتے ہیں کہ جاڑہ کے موسم میں جو اقسام کھانے کے
قابل بازاروں میں فروخت کے لئے آتے ہیں۔ ان کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

۱۔ سفید سیم۔ پھول سفید۔ چھوٹی باغات میں کاشت کی جاتی ہے۔ ٹیکے لگائے
جاتے ہیں۔ اکثر غربا اپنے دروازوں پر اسکو سایہ کی غرض سے چڑھا دیتے ہیں۔ اسکی
ملائیم پھلیاں کھائی جاتی ہیں بیج نہیں کھائے جاتے۔ درخت میں کوئی بدبو نہیں ہوتی

۲۔ جنیا سیم۔ پھول سرخ ہوتے ہیں مثل منبرا کے کاشت کی جاتی ہے ہندوستانی
شوق سے کھاتے ہیں۔

۳۔ گورول سیم۔ پھول بڑے زغوانی رنگ کے ہوتے ہیں۔ اسکا درخت
بڑا ہوتا ہے۔ مثل منبرا کے کاشت کی جاتی ہے۔ پھلیاں چوڑی لیکن بیج
کم ہوتے ہیں۔

۴۔ برکٹو سیم۔ شاخیں اور پھول بڑے اور سرخ ہوتے ہیں۔ پھلیاں گہری
سرخ ہوتی ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں اس کی کاشت میری نظر سے نہیں گذری۔

ڈاکٹر اکس برگ صاحب چند اقسام مکھن سیم کے اور قرار دیتے ہیں۔ اور تحریر فرماتے ہیں کہ ان کی بھی کاشت مثل مذکورہ بالا اقسام کے یکساں ہے۔

ان تمام اقسام کی کاشت جاڑہ کے موسم میں باغات میں کرتے ہیں اور ہندوستانی لوگ اپنے دروازوں پر اسکے درخت کو چڑھاتے ہیں۔ نہ صرف اس سے ان کو ٹھنڈا سایہ ملتا ہے بلکہ اس کی ملائم پھلیوں کی ترکاری بنا کر کھاتے ہیں مختصر یہ کہ ان اقسام کو دیسی چھوٹی سیم کہنا بیجا نہ ہوگا۔

(۱) پھلیاں سیدھی بیج سرخی مائل۔ پھول سفید اور بڑے ہوتے ہیں۔

(۲) پھلیاں خم دار، لمبائی میں چھوٹی انگلی کے برابر پھول سفید اور بڑے ہوتے ہیں۔

(۳) پھلیاں خم دار نمبر ۲ سے کسی قدر بڑی پھول اودہ۔

(۴) پھلیاں خمدار۔ قد میں چھوٹی انگلی کے برابر۔ پھول سفید۔

(۵) پھلیاں خمدار۔ پھول ارغوانی۔

(۶) اسکا درخت سب سے بڑا ہوتا ہے۔ پھلیاں چھ سے آٹھ انچ تک لانبی بیج سیاہ ان پر ایک سفید داغ۔ پھول سرخ۔

پہاڑی علاقوں میں ان اقسام میں سے کسی قسم کی کاشت نہیں ہوتی میدانی
مقامات پر جون میں تخم ریزی کیجاتی ہے۔

چارکونی سیم

دیسی ترکاری ہے اس کی پھلی عجیب قسم کی چوکور ہوتی ہے۔ تخمینے سے آٹھ
انچ تک لانبی اور نصف انچ چوڑی ہوتی ہے مثل فرینچ سیم کے مسلم پھلیاں
پکائی جاتی ہیں۔ لیکن اس کا ایسا اچھا ذائقہ نہیں ہوتا۔ بطور ترکاری کے قابل
قدر چیز نہیں ہے۔ لیکن باغات میں لگانے کے قابل اس کا درخت ضرور
ہوتا ہے اس کے نیلے رنگ کے پھول بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ پھلیاں
بھی لٹکی ہوئی خوب بہار دیتی ہیں۔
بارش میں تخم ریزی کی جاتی ہے پہاڑی مقامات پر اس کی کاشت نہیں
کی جاتی۔

فاباول گیرس

یہ ترکاری ہندوستان میں وہ خاص ذائقہ کم رکھتی ہے جس کی وجہ سے

وہ یورپ میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اس کی دو خاص قسمیں ہوتی ہیں ایک لانبی پھلی والی دوسری براڈ ونڈسر آخر الذکر کو مراد پر پہونچنے کے لئے زیادہ عرصہ درکار ہوتا ہے - زیادہ ذائقہ دار ہوتی ہے اور اس خوبی کی وجہ سے اس ملک کے واسطے زیادہ موزوں ہے - تخم ریزی وسط اکتوبر میں کرنا چاہیئے پہلے تخم کو اتنے گرم پانی میں ڈبو کر رکھنا چاہیئے کہ جس کو ہاتھ برداشت کرسکے اور بارہ گھنٹے یا کچھ زیادہ عرصہ تک مذکورہ پانی میں ڈبو کر رکھنا چاہیے جب تک کہ یہ طریقہ اس کے پوست کے نرم کرنے کے لئے عمل میں نہ لایا جائیگا وہ عرصہ تک زمین میں بلا نمو حاصل کئے ہوئے رہیں گے اور اگر زمین خشک ہے تو ان کی قوت نامیہ بالکل زائل ہو جاوے گی اس کے تخم کو زمین میں دو انچ گہرا قطار میں لگانا چاہیئے - ایک تخم کو دوسرے تخم سے چار انچ کے فاصلہ پر ہونا چاہیئے اور ہر دو قطار کے درمیان دو فیٹ کا فاصلہ ہونا چاہیئے جبکہ درختوں میں خوب پھول آجاویں تو قریب ایک انچ کے سرے پر سے ہر شاخ کو توڑ دینا چاہیئے - اس عمل سے پھول کم آتے ہیں اور پھر وہ پھول آتے ہیں جنسے پھلیاں حاصل ہوتی ہیں - ایک بہتر طریقہ جس سے آخر میں وقت کم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ تخم کو پانی میں نرم کرنے کے بعد ایک کونڈی میں لگانا چاہیئے جس کی مٹی اول سے نم ہو اور جب وہ پھوٹ آویں تو ان کو قرینہ پر لگانا چاہیئے اس وقت اس امر کا یقین ہو جاوے گا کہ کل تخم تندرست بوئے گئے تھے اور پھر زیادہ خالی جگہہ سوراخ کرنے میں اور زیادہ

زمین جو اس طرح خراب ہوتی ہے اسکا جوف جاتا رہے گا - یا اور زیادہ بہترین
ترکیب یہ ہوگی کہ بھیگا ہوا بیج بڑے بیج بونے کے ظرف میں ایک ایک انچ کے
فاصلہ پر لگانا چاہئے جس کی مٹی خستہ بھربھری قسم کی ہو جبکہ پودے قریب دو انچ
کے بلند ہو جاویں - اور دو ایک روز سے دہوپ کی برداشت کرنے کے
عادی ہوگئے ہوں تو کھلی ہوئی زمین میں قرینہ پر منتقل کرنا چاہئے اور نصف تنہ
تک ہر درخت کو مٹی سے چھپانا چاہئیے -
"اے برکرام بی" صاحب فرماتے ہیں کہ بارآوری نقل مکانی کرنے پر ایک
ہفتہ بعد ہوتی ہے - بنگال میں میں نے دیکھا ہے کہ جوڑی سیم بہت کم پھلتی ہے
یقیناً نقل مکانی زیادہ بارآوری کا باعث ہوتی ہے -
پہاڑی مقامات میں ماہ مارچ تخم ریزی کرنا چاہئیے -

اس کارلٹ رز

اس کا درخت بیلدار رہتا ہے اور ٹہنیوں یا درختوں پر چڑھا دیا جاتا ہے تو
خوب چڑھتا ہے - اسکے بیج بڑے ہوتے ہیں اور پختہ ہونے پر ان کا رنگ گہرا
ارغوانی ہو جاتا ہے - گو یہ بارہ ماسی ہوتی ہے اور دیسی ترکاری ہے - لیکن گرمی
کے موسم میں آفتاب کی تمازت برداشت نہیں کرسکتی - چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہر

فصل پر بیج بو کر اسکی کاشت کیجاتی ہے بطور ترکاری کے اس کی کاشت میں مجھے کامیابی نہیں ہوئی ہے پھلیاں کم اور عمدہ نہیں اوترتیں۔

ماہ اکتوبر میں بعد اختتام بارش اسکے بیج بوئے جاتے ہیں۔ تخم ریزی قطاروں میں تین تین انچ کی دوری سے کرنا چاہیئے۔ مینے معمولی سے پہلے بھی بو کر درخت تیار کئے ہیں جن میں پھول آتے ہیں۔ انکے سُرخ رنگ کے پھول دیکھنے میں خوشنما تھے۔ لیکن بلا پھل لائے سب جھڑ کر جلد ضائع ہو گئے۔ پودے جب تین انچ اونچے ہو جائیں تو لکڑی کی ٹیکوں کا بوجھ سنبھالنے کے لئے لگا دینا چاہیئے۔

پہاڑی مقامات پر مارچ میں تخم ریزی کرنی چاہیئے یہاں خوب پھولتے اور پھل لاتے ہیں۔

زرد یعنے بیلدار بمقابلہ چھوٹی سیم کے بڑی سیم اس ملک میں زیادہ بارآور نہیں ہوتی اور پھلیوں کے کم اُترنے کا معاوضہ بھی ان کی خوش ذائقگی سے نہیں ہوتا اسلئے چھوٹی قسم کی کاشت کرنی مناسب ہے۔

ڈچ سیم کے بیج ہاتی دانت کی طرح سفید ہوتے ہیں اور چھوٹے ہوتے ہیں۔ چھوٹی قسم کی سیم کے بعد ڈچ سیم کا نمبر بلحاظ پیداوار اور ذائقہ کے ہوتا ہے اس کا

درخت نازک ہوتا ہے اور زیادہ بلند نہیں ہوتا۔ اور اس کی پھلیاں پتلی اور نازک ولایتی ہوتی ہیں۔

اکتوبر کے مہینے میں تین تین انچ کی دوری سے اسکے بیج قطاروں میں بوئے جائیں۔ اکتوبر سے پہلے بو کر ہم نے امتحان کیا تھا۔ درخت ہوتے اور پھول بھی نکلتے لیکن پھلیاں قطعی طور پر ان میں نہیں آتی ہیں۔

۲۔ ڈوارف۔ یعنے چھوٹی سیم اسکی بہت قسمیں ہیں چونکہ اسکے درخت زیادہ بلند نہیں ہوتے بلکہ پست قامت ہوتے ہیں اسلیے ان میں ٹٹیں لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی صرف خاص فرق یہ ہوتا ہے کہ پختہ ہوجاتے پر بیجوں کے رنگ میں فرق ہوتا ہے۔ جس قدر اقسام کی سیمیں اس ملک میں بوئی جاتی ہیں اُن سب کا مزہ قریب قریب یکساں ہوتا ہے۔

"کنے ڈی بن ونڈر"۔ اس قسم کی سیم آجکل بہت عمدہ اور لذیذ تصور کی جاتی ہے۔

اچھی زمین میں اسکی کاشت اکتوبر میں کرنا چاہیئے۔ بیجوں کو دو دو انچ کی دوری سے ایک ایک انچ گہری نالیوں میں بونا چاہیئے۔ قطاروں کا فاصلہ ایک دوسرے سے دو فیٹ کا ہونا چاہیئے۔

اگر بیج اچھے ہوئے تو تین چار روز میں پھوٹ آئینگے اور بوئے کے چھ ہفتہ بعد پھلیاں اُترنے لگیں گی۔ چونکہ پھلیاں زیادہ عرصہ تک نہیں اُترتیں اس لئے

دس دس روز کے وقفہ سے تخم ریزی کیجائے تو عرصہ تک سلسلہ جاری رہتا ہے۔

چھوٹی قسم کی سیم کی کاشت ایسی جگہہ کی جاوے کہ جہاں زیادہ سایہ رہتا ہو۔ زیادہ دہوپ سے اسے نقصان پہنچتا ہے۔ ایسی حالت میں اکثر کیڑے مکوڑے ان پر حملہ آور ہوتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پودے سب جلد مارے جاتے ہیں۔

پہاڑی مقامات پر اس کی کاشت مارچ سے جون تک کرنی چاہیئے طریقہ کاشت وہی ہے جو میدان کے لئے بتلایا گیا ہے۔

جنوبی ہندوستان میں اوائل بارش یعنے مئی۔ جون میں جو فصل بوئی جاتی ہے وہ عموماً خوب پھولتی پھلتی ہے۔

لی ماین

اس سیم کے بیج سالانہ ایگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی امریکہ سے منگا کر اپنے ممبروں کو تقسیم کرتی ہے۔ ہندوستان میں اس قسم کی سیم ہوتی ہے۔

مس لس لی صاحبہ فرماتی ہیں کہ امریکہ میں تمام قسم کی سیموں پر اسکو ترجیح دیجاتی ہے۔ اس ملک میں نہ اسقدر لوگ اس سے واقف ہیں اور نہ اس قدر اسکی قدر کی جاتی ہے۔ ایک خوبی اس میں یہ بھی ہے کہ جب دوسری قسم کی سیموں کی

فصل ختم ہوجاتی ہے تو اسکی فصل تیار ہوتی ہے - اسکی پھلیاں دیکھنے میں سخت معلوم ہوتی ہیں اور وہ کھائی نہیں جاتیں - بلکہ ان کو چھیل کر اندر سے سفید رنگ کی سیم نکال لیجاتی ہے اور اسی کو کھاتے ہیں - ترکیب پکانے کی یہ ہے کہ ٹھنڈے پانی میں بھگو دی جاتی ہے - بعد ازاں دو گھنٹہ کم و بیش ابالی جاتی ہے تاکہ خوب ملائم ہوجائیں - کھانے میں نہایت لذیذ اور خوشگوار ہوتی ہیں -

بعد بارش اکتوبر میں بیج بوئے جاتے ہیں - بیجوں کو چار چار انچ کے فاصلہ سے قطاروں میں بونا چاہیئے چونکہ اس کے درخت پھیلتے بہت ہیں اور بڑے ہوتے ہیں اس لئے ٹیکیں ضرور لگا دینا چاہیئے خفیف سایہ دار جگہ اس کے لئے بہت موزوں ہوتی ہے -

پہاڑی علاقوں میں مارچ سے جون تک تخم ریزی کرنا چاہیئے یہاں اس کی پیداوار خوب ہوتی ہے -

ہندوستان میں بجائے ہارس ریڈش کے سیجنہ کی جڑیں بطور ترکاری

نوٹ نمبر ۱۴۵ سیجنہ کو یہاں شرجنہ کہتے ہیں اس کی پھلی کی ترکاری کھانیکا اور اچار بنانے کا رواج ہے اسکے پھول بھی پکائے جاتے ہیں میں نے اسکے درخت کو بیج سے بوکر تیار کیا ہے

استعمال کی جاتی ہیں۔ اگرچہ اُسکے برابر خوش ذائقہ نہیں ہوتی عموماً بوکر اسکے درخت تیار کئے جاتے ہیں اور بہت جلد اس کے درخت بڑھتے ہیں۔ نیم پختہ پھلیاں ہندوستان میں بطور ترکاری کے کھائی جاتی ہیں چار چار انچ کے ٹکڑے کرکے ابال لی جائے تو لذیذ ہو جاتی ہے اور مربّہ سے یہ مشکل تمیز کیجا سکتی ہے مارچ کے مہینے میں اس کی فصل ہوتی ہے جون اور جولائی میں اسکے بیج بوئے جاتے ہیں۔

بھنڈی

بھنڈی ہندوستان کی عام ترکاریوں میں ہے۔ تمام ملک میں ہوتی ہے۔ اسکے درخت دو تین فیٹ بلند ہوتے ہیں اسکے پھول بڑے اور زرد رنگ کے خوشنما ہوتے ہیں۔ اسکی پھلیاں درختوں میں سینگوں کی طرح ہوتی ہیں

بقیہ نوٹ نمبر ۴۵۔ اس کی تخم ریزی شروع ماہ جولائی میں کرنی چاہیئے اسکے درخت بہت جلد بڑھتے ہیں۔ پہاڑی مقام پر بہت کم ہوتا ہے میدانی مقام اور نرم زمین اس کیلئے زیادہ موزوں ہے کھاد دینے کی چنداں ضرورت نہیں اگر زمین نرم ہے تو مفید ہے۔

نوٹ نمبر ۴۶۔ بھنڈی یہاں بکثرت ہوتی ہے اسکی دو فصلیں یہاں بوئی جاتی ہیں ایک شروع مارچ میں دوسری شروع جولائی میں۔ مارچ کی بوئی ہوئی بھنڈیاں جلد پھل دینے لگتی ہیں

پکانے پر نہایت لذیذ ترکاری ہوتی ہے۔ بعض اوقات سوپ اور یخنی میں بھی ڈالتے ہیں۔ پھلوں کو کاٹ کر اگر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لئے جائیں، اور بھون لیجائیں تو لعاب جاتا رہتا ہے۔

آخر زمانہ بارش میں جب دوسری ترکاریاں اور آلو دستیاب نہیں ہوتے تو اس زمانہ میں بھنڈی کی فصل تیار ہو جاتی ہے اور بطور ترکاری کے استعمال کی جاتی ہے۔

شروع بارش میں اسکے بیج بو دیئے جائیں اور درخت دو دو فیٹ کی دوری سے لگائے جائیں۔ معمولی باغیچہ کی زمین اسکے لئے موزوں ہوتی ہے۔

پہاڑی باغات میں اسکی کاشت بہت کم ہوتی ہے۔ پہاڑی لوگ اکثر گرم اور مرطوب گھاٹیوں میں اسکی کاشت کرتے ہیں۔

کرناٹک اور دکن میں چار ہزار فیٹ بلند مقامات پر اسکی کاشت ہوتی ہے

بقیہ نوٹ نمبر ۴۶۔ اور درخت چھوٹے چھوٹے رہتے ہیں زیادہ بلند نہیں ہوتے اس فصل کی بھنڈیاں زیادہ لذیذ اور گراں فروخت ہوتی ہیں ماہ جولائی کی بوئی ہوئی بھنڈیاں زیادہ ذائقہ دار نہیں ہوتیں مگر فصل کثرت سے آتی ہے اور درخت بڑے ہوتے ہیں بارش کی بھنڈیوں میں ایک حد تک رطوبت اور لبلباپن زیادہ ہوتا ہے جو اچھا نہیں سمجھا جاتا ماہ مذکور کے بوئے ہوئے درخت چار چار اور پانچ پانچ فیٹ تک بلند ہو جاتے ہیں اسکی تخم ریزی کیلئے نرم زمین کی ضرورت ہے جسمیں کسیقدر کھاد دینا مفید ہوتا ہے۔

جل ہالم[۹۴]

ہندوستان کے تمام حصص میں "جل ہالم" خوب ہوتا ہے۔ اور جاڑہ کے موسم میں سلاد کے لئے بیج بو کر بکثرت پیدا کیا جا سکتا ہے بیج بو کر اکتوبر میں قلمیں لگا کر اسکی کاشت کی جاتی ہے۔ اکثر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ماہ اکتوبر میں مٹی کی سوراخدار طشتریوں میں بیج بو کر یا قلمیں لگا کر تالابوں کے کنارے اس طرح رکھدیتے ہیں کہ انکا پیندا پانی میں ڈوبا رہتا ہے پانی کناروں کے نصف تک ہر وقت بھرا رہنا ضرور ہے تاکہ جڑیں سیراب رہیں جیسے جیسے پانی تالاب کا اترتا جائے ویسے

نوٹ نمبر ۹۴۔ جل ہالم کے تخم یہاں اکتوبر میں کونڈیوں میں بونا چاہیئے جب پودے پانچ یا چھ انچ کے ہو جاویں اسوقت فیکونڈی ۔ایک درخت لگا کر اوتھلے حوضوں میں یا پانی کی نالیوں میں کونڈیوں کو رکھنا چاہیئے اور اس امر کا خیال رہے کہ پانی کونڈیوں کی کور سے اوپر نہ آنے پاوے ورنہ درخت گل جائینگے ماہ نومبر میں جل ہالم کی قلموں کو کونڈیوں میں لگا کر نالیوں اور اتھلے حوضوں میں رکھا جائے تو قلمیں جڑدار ہو کر پھیل جاتی ہیں اسکی کاشت کے لئے معمولی باغ کی مٹی اور گوبر کا کھاد اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اینٹ کے کھاد و مٹی میں ملا کر کونڈیوں میں بھر کر قلم یا درخت جل ہالم کا لگایا جاوے تو مفید ہوتا ہے اس ملک میں یہ تجربہ جو یہاں کیا گیا ہے مفید ثابت ہوا ہے جل ہالم کے پتے اور اسکے سبز تخم

ہی طشتریوں کو بھی نیچے سرکاتے جانا چاہیئے کہ تراوٹ میں فرق نہ آئے پاوے معمولی کیاریوں میں اگر اس کی کاشت کی جائے تو ان کو پانی سے ہر وقت تر رکھنا ضروری ہے۔

پہاڑی مقامات میں مارچ سے مئی تک اسکی تخم ریزی کی جاتی ہے۔

ہارس ریڈش

چند سالوں سے ہندوستان میں "ہارس ریڈس" کی کاشت کیجاتی ہے کلکتہ کے سالانہ نمائش میں جو نمونہ اسکا پیش کیا جاتا ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے طور پر اس کی کاشت یہاں نہیں کیجاتی۔ پتلی پتلی جڑیں کچھ موٹی اور کچھ پتلی ایک دوسرے سے لپٹی ہوئی ہوتی ہیں۔ حالانکہ صرف ایک مضبوط بڑی جڑ ہوتی ہے۔

انگلستان میں اسکی کاشت اس طرح کی جاتی ہے کہ ڈیڑہ ڈیڑہ انچ کے ٹکڑے ایک ایک فٹ گہری زمین میں گاڑ دیئے جاتے ہیں اور ڈیڑہ دو سال میں

بقیہ نوٹ نمبر ۲۸۔ کھائے جاتے ہیں لیکن ہندوستانی اصحاب اُسکو کم استعمال کرتے ہیں یوروپین صاحبان اسکو زیادہ شوق سے کھاتے ہیں۔ اسکے پتے اور تخم میں قدرے چرچراہٹ ہوتی ہے جسکو کھانے والے اچھا سمجھتے ہیں۔

سطح زمین کے برابر بڑھ آتے ہیں اُس وقت ان کو کھود کر کھانے کے کام میں لایا جاتا ہے۔ پہاڑی مقامات پر اگر کاشت کرنی مدِّنظر ہو تو اسی طریقہ سے عمل کرنا چاہئیے مگر میدانی علاقوں میں مینے اِس طریقہ سے کاشت کی لیکن ناکامیابی ہوئی۔ تھوڑے دن کے بعد سب جڑیں خراب اور ضائع ہوگئیں۔

البتہ ذیل کے طریقہ سے میں نے کاشت کی تھی۔ اس میں پوری کامیابی ہوئی چند گملوں میں مرکب مٹی بھر دو۔ اس مرکب مٹی میں ایک حصہ بالو اور دو حصے بوسیدہ پتیوں کی کھاد ہونی چاہیئے۔ بعدہٗ "ہارس ریڈِس" کی جڑیں جو چھوٹی انگلی کے برابر موٹی بلکہ جہانتک ہوسکے اِس سے بھی پتلی ہوں دو دو انچ لمبے ٹکڑے کر کے گملوں میں کنارہ کنارہ ایک ایک یا ڈیڑھ ڈیڑھ انچ کے فاصلہ پر گاڑ دینا چاہیئے اور ان میں روزمرہ تھوڑا تھوڑا پانی دینا چاہیئے۔ بہت جلد ان میں باریک جڑیں پھوٹ آئیں گی۔ دوسری طرف ان کے لگانے کے لئے گڑھے اس طرح پر تیار کرنا چاہئیں کہ کسیقدر بلند قطع زمین پر (مراد یہ ہے کہ زمین نشیب میں واقع نہو) ایک ایک فٹ کے فاصلہ سے ڈیڑھ ڈیڑھ فیٹ گہرے اور ۱۰×۱۰ انچ چوڑے سوراخ بنا لئے جائیں ان سوراخوں میں چھ انچ تک کھاد آمیز مٹی بھر دیں۔ اِس مرکب مٹی میں ایک حصہ باغیچہ کی مٹی، اور دو حصے خوب بوسیدہ کھاد بعدہٗ ہر ایک سوراخ میں ایک ایک پودہ لگا دینا چاہیئے۔ جب ان پودوں کو سوراخوں میں لگائے ہوئے دو تین ہفتہ ہوجائیں گے تو ان کی جڑوں کے چاروں طرف نیز تنہ پر کئی چھوٹی چھوٹی باریک جڑیں

پیدا ہوگئی ہوں گی۔ لہذا اِن تمام جڑوں کو دور کر دینا چاہیے۔ صرف ایک وسط کی بڑی جڑ چھوڑ دی جائے تاکہ وہ سیدھی نیچے کو چلی جائے۔ آٹھ آٹھ دس دس دن کے بعد تین چار مرتبہ یہی عمل کرتے رہیں جب بڑی جڑ ایک فٹ گہری پہنچ جائے اس وقت یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اب بڑی جڑ عمدہ مٹی میں پہنچ گئی ہے اس وقت اوپر اوپر کی ایک فٹ مٹی نکال کر پھینک دیں اور اسکے بجائے ریت ایک فٹ گہرائی تک بھر دیں۔ روزمرہ تھوڑا تھوڑا پانی دینا چاہیئے یہ پانی ریت میں سے نتھر نتھر کر وہاں تک بہ آسانی پہنچ جائے گا جہاں کہ اصلی ضرورت ہے۔ ریت کے بھرنے میں یہ حکمت ہے کہ "ہارس ریڈش" کے تنہ پر چھوٹی چھوٹی جڑیں نہ ہو جائیں جن سے اسکے کمزور اور بدڈول ہو جانے کا احتمال رہتا ہے۔ بونے سے چار پانچ ماہ بعد انہیں نکال کر استعمال کر سکتے ہیں۔

بظاہر دیکھنے میں تو اس کی کاشت تکلیف دہ معلوم ہو گی۔ لیکن واقعی ایسا نہیں ہے۔ "ہارس ریڈش" کی قلمیں مثل دیگر قلموں کے عمدہ مٹی میں ایک ایک فٹ کے فاصلے سے اونچی زمین پر بآسانی لگائی جا سکتی ہیں۔ جنوبی ہندوستان میں صرف پہاڑی علاقوں میں اسکی کاشت کی جاتی ہے۔

"اگر "ہارس ریڈش" کی جگہ بجنسہ ایسی ہی شئے مطلوب ہو تو چند کیاریوں میں "مورنگا ٹیری گا زپرما"

کے بیج بو دیئے جائیں۔ اگر پانچ دا پریل میں تخم ریزی کر دی جائے تو اگست

ستمبر میں پودے اتنے بڑے ہو جاتے ہیں کہ ان کی جڑیں کھود کر بطور
ہارس ریڈش استعمال کرسکتے ہیں۔ ذائقہ اور صورت میں مشکل سے تمیز ہوسکیں گے

کرس

کرس کی تخم ریزی اکتوبر کے مہینے میں بعد بارش کے کرنا چاہیئے بہتر یہ ہے
کہ اوّل خفیف مقدار میں بیج بودیئے جائیں اور کچھ دنوں کے وقفہ کے بعد
پھر تخم ریزی کی جائے تاکہ لگاتار فصل تیار ہوتی رہے اور ترکاری کے کام آیا
کرے۔ چونکہ مالی تاوقتیکہ پودے تین چار انچ کے نہیں ہو جاتے اسوقت تک
نہیں کاٹتے اسلئے مناسب یہ ہے کہ اسکے بیج چھٹکواں اور بڑے بوئے جائیں
انگلستان میں جب اس میں چھوٹی پتیاں نکل آتی ہیں تو عموماً اس کو کھاتے ہیں
چنانچہ اس مقصد کے لئے ہر موسم میں اسکے بیج بوئے جاسکتے ہیں بہتر ترکیب
بونے کی یہ ہے کہ سوراخدار طشتریوں میں عمدہ ہلکی مٹی بھر کر تخم ریزی کیجائے۔ پانی
سے سیراب کر کے بیج چھٹکواں اور گھنے بودیئے جائیں اور طشتری کو کسی چیز سے
ڈھانک دیا جائے اور جب بیج اگ آئیں تو سرپوش کو ہٹا دیا جائے چند دنوں
کے بعد "کرس" کھانے کے لائق تیار ہو جاتا ہے۔

اگر بیج حاصل کرنا مدنظر ہے تو ابتدائے موسم سرما میں چھ چھ انچ کی دوری

سے کھلی ہوئی کیاریوں میں اسکے درخت بیج کے لئے چھوڑ دیئے جائیں۔ شروع گرمی میں بیج پختہ ہو کر جمع کر لینے کے قابل تیار ہو جائیں گے۔ اور آیندہ استعمال کے لئے بحفاظت رکھ لئے جائیں۔

پہاڑی علاقوں میں مارچ سے جون تک بیج بوئے جائیں روزانہ آبپاشی کے سوا اور کسی نگہداشت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

بند گوبھی۔ کرم کلا

یورپ میں کرم کلا بہت قسم کا ہوتا ہے۔ لیکن ان سب اقسام میں کوئی قابل امتیاز فرق ایک دوسرے سے نہیں ہوتا۔ بلکہ فرق ان میں یہ ہوتا ہے کہ

نوٹ نمبر ۴۸۔ یہ کئی قسم کی ترکاری ایک ذات میں ایک سے دوسری کی وقتِ قد میں فرق ہوتا ہے ان کی کاشت یہاں بھوپال و احاطہ سنٹرل انڈیا میں کامیابی کے ساتھ کیجاتی ہے مجھے ان کی کاشت کا تجربہ ستائیس ۲۷ سالہ ملازمت میں ہر سال کرنے کا اتفاق ہوا ہے کبھی ناکامیابی نہیں ہوئی۔ اگر کسی سال تخم خراب ملا یا مناسب موسم کے گذرنے پر تخم ریزی کی گئی تو البتہ ایسی صورتوں کے واقع ہونے پر فصل کے تیار ہونے میں واقعی ناکامیابی ہوئی۔ کل اقسام گوبھی لذیذ اور ہر دلعزیز ترکاری ہے ہر خاص و عام اس سے اور اس کے ذائقہ سے واقف ہے اس ملک میں اقسام گوبھی ۱۵ اگست یا آخر ماہ مذکور

خاص خاص قسم کا کرم کلا خاص موسم میں ہوتا ہے۔ چونکہ اس ملک میں کرم کلا ہمیشہ نہیں ہوتا۔ بلکہ سال میں اس کی صرف ایک فصل ہوتی ہے، اس لئے اس ملک کے لحاظ سے اس کی سب اقسام کو بیان کرنا فضول ہے منجملہ کل اقسام کے تین چار قسمیں جو سب سے عمدہ ہوتی ہیں انھیں کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ایک قسم جو پہلے تیار ہو جاتی ہے اور جس کا نام "ارلی یارک" ہے خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ اور بمقابلہ دیگر اقسام کے جلد تیار ہو جاتا ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۱۴ - میں بونا چاہیئے - اول بڑے بڑے چبوترے جو زمین سے چھ انچ بلند کھاد اور مٹی کے چھانکر بنائے گئے ہوں اُن پر تخم ریزی بغرض تیاری ذخیرہ کرنا چاہئے علاوہ چبوتروں کے چوڑی ناندوں اور چرٹے کے صندوقوں میں بھی تخم ریزی کرکے ذخیرہ تیار کیا جاتا ہے تیاری ذخیرہ کی ترکیب سے کاشتکار - وباغبان - واقف ہوتے ہیں - تیاری ذخیرہ میں کم و بیش چار یا پانچ ہفتہ صرف ہوتے ہیں اس مدت کے بعد یہاں ایسا موسم آجاتا ہے کہ اکثر بارش نہیں ہوتی اور گوبھی - و - دیگر اقسام گوبھی کھیتوں اور ترکاری باغات میں قرینہ پر لگائی جاتی ہیں اس ترکاری کی کاشت کے واسطے گوبر کا کھاد جسقدر پرانا ہو مفید ثابت ہوا ہے لید کا کھاد اور انسان کے بول و براز کا کھاد بھی اسکی کاشت میں استعمال کیا جاتا ہے اور میں نے بھی اکثر گوبر کا کھاد دستیاب نہ ہونے پر لید و انسان کے بول و براز کا کھاد اسکی کاشت میں استعمال کیا ہے لیکن یہ ہر دو کھاد ایسے مفید نہیں ہوئے جیسا کہ گوبر کا کھاد اس کے لئے مفید ہے گھوڑے کی لید کا کھاد اور انسان کے بول و براز کے کھاد میں گو یہ ترکاری پیدا

ذیل کے اقسام بھی شمار کی جاتی ہیں۔ اوران میں سے ایک یا دو ہندوستان میں قابلِ کاشت ہیں مثلاً "سبے ترسی"

"ارم پرر"

"نان پیرل"

"پینگ ٹن" اور

"ام پی ریل" علاوہ

"ارلی پارک" اور بڑسی کے سب ذیل اقسام کے تخم اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی سالانہ امریکہ اور "کیف آف گڈ ہوپ" سے منگا کر تقسیم کرتی ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۴۸۔ ہوتی ہے لیکن اکثر ان ترکاریوں کے درختوں کو مضر ہوتی ہے اس کھاد سے ترکاری میں شیرینی نہیں رہتی بلکہ ایک قسم کی بدمزگی پیدا ہوجاتی ہے اس لئے گوبر کا کھاد زیادہ بہتر ہے یہ ترکاری پہاڑی اور میدانی مقامات پر اچھی طرح ہوتی ہے۔ زمین کو دو فیٹ گہرا کھودنا چاہیئے۔ اور تھالے بنا کر کھاد دیکر ایک تھالے میں۔ ایک درخت کو لگائے ایک درخت کو دوسرے درخت سے دو فیٹ یا ڈہائی فیٹ کا فاصلہ دے تو درخت اچھی طرح سے پھیل کرتنا ور ہوتے ہیں اگر پھیلنے کی گنجائش کم دیجاتی ہے تو درخت پتلے پتلے ہوجاتے ہیں اور ترکاری کامیابی کے ساتھ نہیں ہوتی جب قرینہ پر درخت اسکے لگا دیئے جائیں تو چرس کے ذریعے سے آبپاشی کی جائے جب اسکے درخت ایک فٹ سے کسی قدر بلند ہوجائیں تو انکی جڑوں کے پاس مٹی چڑہانا چاہیئے مٹی چڑہانے سے درخت کو قوت پہنچتی ہے اور قوی ہوتا ہے۔

"شوگرلوف" اسکے پتونکی ساخت کے لحاظ سے اسکا نام "شوگرلوف" ہے
اس ملک کے لئے یہ قسم موزوں نہیں ہوتی۔ زیادہ خوش ذائقہ نہیں ہوتی۔ اور اسکے
اوپر کی پتیاں دھوپ کی تمازت سے جلد خراب ہوجاتی ہیں۔

"سوائے" اسکے پتے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اس کا مدور حصہ دبیز اور
ٹھوس ہوتا ہے اور ایک قسم کی تیز خوشبو ہوتی ہے۔ بمقابلہ دیگر اقسام کے یہ یہاں کی
تمازتِ آفتاب کو بخوبی برداشت کرسکتی ہے۔

"ڈرم ہیڈ" اس قسم کے کرم کلہ کا مدور حصہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ اور سخت ہوتا
ہے باغات میں اس کی کاشت نہیں کیجاتی۔ انسانوں کے مصرف کا نہیں ہوتا۔
جانوروں کے کھانے کے لایق ہوتا ہے۔

سُرخ کرم کلا "ڈرم ہیڈ" کی چھوٹی "رڈ کیج" کہتے ہیں اسکا مدور حصہ
دبیز اور چھوٹا ہوتا ہے۔ بطور ترکاری کے پکا کر کھایا نہیں جاتا بلکہ اچار بنایا جاتا ہے۔

اگر کرم کلے کی فصل قبل از وقت تیار کرنی ہے تو ستمبر کے مہینہ میں بیج بو دیئے
جائیں اسکے بھی پیدا کرنے میں بڑی دقت اور تردد کرنا ہوتا ہے اور پھر بھی کامیابی
نہیں ہوتی۔ بہت کم اُگتے ہیں۔ لگاتار فصل حاصل کرنے کے لئے تھوڑے تھوڑے
وقفے سے دسمبر تک بوسکتے ہیں اسکے بعد بونا فضول ہوتا ہے۔

اگر ستمبر کے پہلے تخم ریزی کی جائے تو مناسب یہ ہے کہ گملوں میں کیجائے اور
بارش سے حفاظت کی جائے۔ اگر بیج اچھے ہوئے تو دو روز کے اندر جم آتے ہیں

اس لئے بہتر ہوتا ہے کہ اول امتحاناً تھوڑے بیج بو کر دیکھ لئے جائیں کہ کیسے ہوتے ہیں۔ بعد ازاں اگر اچھے ثابت ہوں تو اس طرح گھنے بوئے جائیں کہ پھر پرا کرنے کے لئے ان کو اکھاڑنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اگر پھر بھی بہت گھنے جمیں تو اسطح پتلے اور کمزور پودوں کو اکھاڑ لیا جائے کہ ۱/۲ ۱/۲ انچ کا باہم فاصلہ رہجائے۔ رطوبت کی زیادتی سے نقصان پہنچتا ہے۔ اسلئے جہانتک ممکن ہو کافی روشنی پہنچنے کا بندوبست رکھا جائے۔ لیکن سیدھی دھوپ بھی نہ پڑنی چاہیئے۔ و سخت بارش سے بھی محافظت ہونی ضرور ہے۔

چھوٹے پودوں کو کھلی کیاریوں میں نصب کرنے میں بہت جلدی نہ کرنا چاہیئے۔ اگر گملوں میں زیادہ اور بڑے ہوجائیں تو بیچ بیچ سے کمزور پودوں کو اکھاڑ کر پرا کر دینا چاہیئے۔ اور گملوں میں ان کو نصب کر دینا چاہیئے۔ اور وسط اکتوبر کے بعد جب بارش کا زمانہ ختم ہوجائے تو ان کو کھلی کیاریوں میں لگا دینا چاہیئے۔

جس زمین میں اسکے درخت نصب کئے جائیں اس میں خوب کھاد دے کر طاقتور کر لی جائے۔ آسان ترکیب یہ ہے کہ کیاریوں میں ڈیڑھ ڈیڑھ فیٹ کے فاصلہ سے قطاریں بنالی جائیں۔ ان قطاروں میں آٹھ انچ چوڑے اور چار انچ گہرے گڈھے ڈیڑھ ڈیڑھ فیٹ کی دوری سے کھود لئے جائیں۔ ہر ایک گڈھے میں پتوں کی بوسیدہ کھاد اور گوبر کی پرانی کھاد بھر کر ایک ایک درخت کرم کلہ کا لگا دیا جائے۔ تین چار روز تک دھوپ سے بچانے کی ضرورت پودوں کو ہوگی۔ اگر دن میں پھوٹا ہوا گملہ

یا کیلے کے پتے ان پر ڈھانک دیئے جائیں اور شب میں اُتار لیے جائیں تو یہ مقصد پورے طور پر حاصل ہو جاتا ہے۔ پانی کی کمی کے باعث ان کو خشک نہ ہونے دیا جائے اور جب پودے پورے طور پر جڑ پکڑ لیں اور چل نکلیں تو ان میں رقیق کھاد دی جائے۔

اگر آبپاشی جلد جلد کی گئی تو احتمال ہے کہ سطح کی مٹی خشک ہو جائے گی اور اس پر پپڑیاں پڑ جائیں گی اگر مٹی کی یہ حالت ہو جائے تو کھرپے سے مٹی کو گوڑ دینا چاہیئے۔

بونے کے چار ماہ کے بعد کرم کلا بمہ جہت استعمال کے قابل تیار ہو جاتا ہے جب ایکبار کرم کلے کا مدور حصّہ کاٹ لیا جاتا ہے اور درخت کا نچلا حصّہ چھوڑ دیا جاتا ہے تو تھوڑے دنوں کے بعد نقلی شاخیں نکلتی ہیں اور بہ نسبت پہلی کے کچھ چھوٹے دو تین مدور حصّے پھر آجاتے ہیں۔

گرمی کے موسم میں کرم کلے کے پتے بند بے ہوئے نہیں ہوتے۔ بلکہ پُرانے درختوں سے جو ملائم پتے نکلتے ہیں وہ بطور ترکاری کے کھائے جاتے ہیں اور خوش ذائقہ ہوتے ہیں۔

پہاڑی علاقوں میں بیج شیشہ کے چوکٹوں کے اندر طشتریوں میں یا گملوں میں فروری کے مہینے میں بوئے جاتے ہیں۔ مارچ کے آخر میں جب پودے پورے طور پر مضبوط ہو جائیں تو کھلی کیاریوں میں لگا دیئے جائیں متواتر فصل

حاصل کرنے کے لئے جولائی تک تخم ریزی کی جاسکتی ہے۔ مارچ کے بعد کھلی کیاریوں میں بیج بوئے جاسکتے ہیں۔ اس کے لئے عمدہ اور طاقتور مٹی ضروری ہے۔

ایک قسم کا کرم کلا ہوتا ہے جس میں ایک مدور حصہ پتوں کا نہیں ہوتا بلکہ مرغی کے انڈے کے برابر چھوٹے چھوٹے بہت سے مدور حصے ہوتے ہیں جاڑے کے موسم میں جب یورپ میں دوسری ترکاریاں نایاب ہوتی ہیں تو اس زمانہ میں اس کی بہت قدر ہوتی ہے۔

اس قسم کے کرم کلے کی کاشت میں نے ہندوستان میں کی ہے، لیکن اگرچہ درخت خوب بڑے ہوئے مگر ان میں ویسے ٹھوس اور سخت مدور حصے پیدا نہیں ہوئے جیسے کہ یورپ میں ہوتے ہیں۔ بلکہ بجائے دبیز مدور حصہ کے بدصورت گچھا چھوٹے پتوں کا ہو گیا اور کسی طرح کھانے کے قابل نہیں ہوا۔ اگرچہ ہارٹیکلچرل سوسائٹی کی اکثر نمائشوں کے دیکھنے کا مجھے اتفاق ہوا ہے۔ لیکن میری نظر سے اس قسم کا عمدہ نمونہ نہیں گذرا مسٹر بارسینر صاحب کے یہاں گوالیار میں ایک قسم کا کرم کلا ہوتا ہے جس کو وہ شاخدار کرم کلا کہتے ہیں اس کی شاخیں ادھر ادھر نکلی ہوئی ہوتی ہیں۔ بالائی صوبہ جات کے سرد مقامات میں اور پہاڑی علاقوں میں خوب ہوتا ہے۔ بالائی صوبہ جات میں اکتوبر میں بونا چاہیئے۔ اور پہاڑی علاقہ جات میں مارچ سے ستمبر تک بونے کا زمانہ رہتا ہے۔

ایک اور قسم کا کرم کلا ہوتا ہے جسکے مدور حصے ٹھوس نہیں ہوتے بلکہ پتے
پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس ملک میں اس کی کاشت کم ہوتی ہے۔ کھانے
میں لذیذ نہیں ہوتا البتہ اسکے پتے ایک خاص قسم کے ہوتے ہیں۔ آرائش
کی غرض سے اس کی کاشت کی جاسکتی ہے۔ اس کا طریقۂ کاشت وہی ہے
جو دیگر اقسام کے لئے لکھا گیا ہے۔

پہاڑی علاقوں اور میدانی علاقوں کے طریقہ کاشت و نگہداشت میں کچھ فرق
نہیں ہے۔

کول ورٹ۔ کولارڈ

اقسام گوبھی نصف رسیدگی پر قابل استعمال ہو جاتی ہیں۔ قبل اسکے
کہ انکا خوشہ یا بھٹا تیار ہو اُن کو عموماً سبزی کہتے ہیں۔ مذکورہ بالا قسم ار و روی نا
اس کام کے لئے اچھی شمار کی گئی ہیں۔ لیکن بعض آدمی خیال کرتے ہیں کہ تقریباً
تمام اقسام یکساں اچھی ہوتی ہیں۔ اس ملک میں بلحاظ سبزی کوئی چیز پھول گوبھی
کے برابر نہیں ہو سکتی۔ ذائقہ اور عمدگی کی غرض سے اُس وقت استعمال کرنا چاہئے
کہ جب وہ نصف رسیدگی تک نہ پہونچے ہو۔

برسلس اسپروٹ

یہ گوبھی کی ایک قسم ہے بجائے ایک سر پیدا ہونے کے بہت سے چھوٹے چھوٹے سر مرغی کے انڈے کے برابر پیدا ہوتے ہیں یہ یورپ میں اسوقت فصل پر ہوتی ہے کہ جب وہاں کا موسم سخت خراب ہوتا ہے اور اسوقت دوسری ترکاریاں اس قسم کی دستیاب نہیں ہوتیں اس وقت یہ زیادہ لذیذ خیال کی جاتی ہے میں نے اسکی کاشت کی درخت اچھی طرحپر بالیدہ ہوئے۔ مگر اون میں کلے پیدا نہیں ہوئے جیسا کہ یورپ میں ہوتے ہیں البتہ بدنما گچھے پتوں کے پیدا ہوئے جو کھانے کے قابل نہ تھے۔ اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی کی ترکاری کی بہت نمائشوں میں بمقام کلکتہ مینے کبھی اسکا بہترین قابل اطمینان نمونہ نہیں دیکھا۔ مسٹر میر رینے کے پاس اس کی ایک قسم گوالیار میں ہے جسکو وہ کلے دینے والی گوبھی کہتے ہیں۔ کلوں کی وجہ سے اونچی اور بدنما ہوتی ہے۔ یہ ترکاری ماہرین فن باغبانی کی علم دانی کا نتیجہ ہے۔ یہ ترکاری بالائی صوبجات و پہاڑی مقامات کی سرد آب و ہوا میں خوب ہوتی ہے اول الذکر مقام میں بماہ اکتوبر تخم ریزی کرنا چاہیئے۔ پہاڑی مقام میں مارچ سے ستمبر تک۔

بورکول اسپکاچ کیل

یہ ترکاری گوبھی کی اقسام میں سے ہے۔ اسکے پتے چُنٹ دار مثل کلغی کے ہوتے ہیں۔ جو دُور تک پھیلے ہوتے ہیں۔ اس میں ایسا گٹھا ہوا پھول نہیں ہوتا جیسا کہ اس کی دوسری اقسام میں ہوتا ہے۔ اس کی خاص صفت یورپ میں اسکے پھول کی سختی خیال کی جاتی ہے۔ اس مُلک میں اسکے پھول میں سختی نہونیکے خیال سے کاشت نہیں کرتے۔ اس لئے اسکے متعلق زیادہ کہنا بے سود ہے۔ البتہ اُسکے پتے عجیب اور نمائشی ہوتے ہیں وقت اور طریقہ کاشت بالکل مثل اقسام گوبھی کے ہے۔ پہاڑی مقام پر اِسکے لئے وہی ہونا چاہیئے جو گوبھی کے لئے ہوتا ہے۔

پھول گوبھی

انگریزی تخم فروشوں کی فہرستوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پھول گوبھی مختلف اقسام کی ہوتی ہے لیکن سب قسموں سے عمدہ "وال چیرن" گوبھی جسے کہتے ہیں وہ ہوتی ہے۔ اور یہ قسم کوئی جدید نہیں ہے۔ بلکہ مدت دراز سے یہی قسم

مشہور ہے۔ ہندوستان کے بالائی صوبہ جات میں اگر ولایتی بیج بو دیئے
جائیں تو پھول گوبھی اعلیٰ قسم کی ہوتی ہے۔ جہاں پھول گوبھی عمدہ ہوتی ہو وہاں
علاوہ ولایتی بیجوں کے دیسی بیجوں کا استعمال نہ کیا جائے۔ لیکن نشیبی بنگال میں
ولایتی بیج زیادہ کارآمد نہیں ہوتے۔ وہاں صرف دیسی بیجوں سے جو گوبھی پیدا کی جاتی
ہے اسکے پھول اگرچہ کچھ بڑے ہوتے ہیں۔ کلکتہ کے بازاروں میں نفیس قسم
کے بڑے بڑے گوبھی کے پھول دکھائی دیتے ہیں یا اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی
کی نمائشوں میں دیکھنے میں آتے ہیں۔ وہ ولایتی بیجوں کے نہیں ہوتے بلکہ دیسی
بیجوں کے بیج بوکر پیدا کئے جاتے ہیں۔ جہانتک میں جانتا ہوں دیسی بیج پٹنہ سے
آتے ہیں جو ہندوستان کے میدانی علاقوں میں حد فاصل ہے۔ کہ یہاں کی پھول
گوبھی عمدہ ہوتی ہے کلکتہ میں بہت گراں فروخت ہوتی ہے یعنی جو پھول گوبھی پٹنہ
میں ایک عــہ روپیہ کو ملتی ہے وہ وہاں دو روپیہ کو ملتی ہے۔

جو طریقہ کرم کلے کی کاشت کا بتلایا گیا ہے وہی قریب قریب پھول گوبھی کا بھی
ہے۔ صرف اسکے لئے زمین زوردار اور زیادہ کھاد مطلوب ہوتی ہے۔ کرم کلا اور
گوبھی کے لئے شورہ کی کھاد نہایت مفید ہوتی ہے۔

کلکتہ کے قرب وجوار میں جہاں ولایتی بیج بوئے جاتے ہیں وہاں اس کے
درخت بڑے تو ضرور ہوتے ہیں لیکن پھول نہیں لاتے۔ اور اگر لائے تو بھی چیار کی
پیالی سے بڑے نہیں ہوتے اور بہت دیر میں یعنی موسم ختم ہوتے پھول لاتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ذائقہ میں بہ نسبت دیسی بیجوں کے گوبھی کے نفیس اور لذیذ ہوتے ہیں۔ بنگلور اور دیگر جنوبی ہندوستان کے لئے لکھنؤ کا دیسی بیج زیادہ کارآمد ہوتا ہے۔ اگر جولائی میں بیج بو دیئے جائیں تو چار یا پانچ ماہ کے بعد کھانے کے قابل پھول ہو جاتا ہے۔ دیگر اقسام کے بیج نومبر میں لگاتار فصلیں حاصل کرنے کے لئے بوئے جاتے ہیں۔

مسٹر اے رنگ ٹن صاحب سابق مہتمم اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی مجھ سے فرماتے تھے کہ ایک بار انھوں نے ممالک متحدہ سے پھول گوبھی کے بیج بہت سے منگائے تھے اور سوسائٹی کے باغات میں ان کو بویا لیکن تعجب ہے کہ مثل امریکہ اور یورپ کے بیجوں کے اچھی طرح نہ جمے اور پھول بہت چھوٹے چھوٹے ہوئے۔

بعض تجربہ کاران کی رائے ہے کہ پھول گوبھی کے نیچے کے پتوں کو اگر نوچ ڈالا جائے تو درختوں میں اچھے اور بندھے ہوئے پھول لانے کی قابلیت بڑھ جاتی ہے۔

اس ترکاری کی کاشت ایک طریقہ سے کرنے میں مجھے بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب پودے بہت چھوٹے ہوں تو ان کو علحدہ علحدہ چھوٹے گملوں میں ایک ایک درخت لگا دیا جائے اور جب کسی قدر بڑے ہو جائیں تو چھوٹے گملوں سے نکال کر لیسے دوسرے بڑے گملوں میں ان کو لگا دیا جائے کہ جس میں وہ نصف بڑے ہو جائیں اور جب بارش کا موسم ختم ہو جائے تو ان گملوں سے نکال کر

کھلی کھلی کیاریوں میں نصب کر دیا جائے۔ اگر زمین اس قدر کھود کر ان کو لگا یا
گیا ہے کہ ان کا تنہ زمین کے اندر چھپ گیا ہے تو پھر مٹی چڑھانے کی ضرورت
باقی نہ رہے گی۔ گملوں سے نکالنے کے چند روز بیشتر اگر درختوں کو دھوپ دکھادی
جائے تو زمین میں لگانے کے بعد نہ مرجھائیں گے۔ اور نہ کچھ ان کو نقل مکانی سے
گزند پہنچے گا۔ بظاہر دیکھنے میں ایک فضول طوالت معلوم ہوگی۔ لیکن میرا خیال ہے
کہ بہ نسبت دوسری تدبیروں کے یہ کم تکلیف دہ ہے گملوں کو ایسے مقام پر رکھا
جائے کہ جہاں نہ تیز دھوپ پڑتی ہو اور نہ نمی کی زیادتی ہو اور صرف ان کو روزانہ پانی
دینے کے علاوہ اور کچھ ان کے ساتھ نہ کیا جائے بلکہ ان کو اسی حالت پر
چھوڑ دیا جائے۔

اس طرح کرنے سے آئے دن ان کے تنوں پر مٹی چڑھانے اور ان کی نگہداشت
کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور مالیوں کا جو مفت میں وقت ان کاموں میں ضائع
ہوتا ہے وہ دوسرے کاموں میں صرف کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ اسکے گملوں میں
اول لگانیکا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ جڑیں چوڑاؤ میں نہیں پھیلتی ہیں۔ بلکہ ان کا ایک
گول گچھا بن جاتا ہے۔ اس میں یہ نفع ہے کہ ان کے پھول جلد آجاتے ہیں اور
بڑے ہوتے ہیں۔ اور اگر ولایتی بیج بو دیئے گئے ہیں تو اس ترکیب پر عمل کرنا
لازم ہے۔

پہاڑی علاقوں میں اس کی کاشت مثل کرم کلے کے ہونی چاہیئے۔ اور جو

تدابیر نگہداشت کی کرم کلّے کے لئے بتلائی گئی ہیں وہی "پھول گوبھی" کے لئے بھی کی جائیں۔

اسپروٹنگ بروکولی

یہ ایک قسم ہے جس میں بجائے ایک بڑی گانٹھ پیدا ہونے کے بہت سی چھوٹی چھوٹی گانٹھیں۔ پتوں کی بنیاد پر پیدا ہوتی ہیں۔ اسکی خاص صفت یہ ہے جب کوئی دوسری قسم گوبھی یا بروکول کی نہیں ہوتی ہے اُس وقت یہ نفیس ترکاری سمجھی جاتی ہے۔ بہرحال یہ ایک ادنےٰ ترکاری ہے اور اس میں کوئی خاص وصف نہیں ہوتا جو کہ اس کی کاشت کی بابۃ کہا جائے۔ میں نے اس کی کاشت میں کوشش کی مگر بے سود۔ اور نہ کبھی میں نے اس کا کوئی نمونہ کلکتہ کی ترکاریوں کی نمائشوں میں دیکھا۔ اور جو کچھ کہ تھا وہ بیقاعدہ اور ناقابلِ اطمینان پہاڑی مقامات پر اِسکی کاشت مثل گوبھی کے ہونا چاہیئے۔

بروکولی

اِس ترکاری کی بہت سی قسمیں انگریزی تخم فروشوں کی فہرستوں میں درج

ہیں۔ بہرحال بروکولی ایک قسم پھول گوبھی کی ہے جس کی کل اقسام گوبھی کے نام سے پکارتے ہیں جو کہ سخت سردی کو برداشت کرتی ہیں۔ اس ملک میں درمیان بروکولی اور پھول گوبھی کے امتیاز کرنا بہت مشکل ہے۔ جہاں کہ ہر دو ترکاریوں کی کاشت بالکل یکساں اور ایک ہی موسم میں ہوتی ہے پہاڑی مقامات پر اسکی تخم ریزی فروری سے ستمبر تک کرنا چاہیئے۔

گانٹھ گوبھی

اسکی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک اودا دوسری سبز۔ دونوں قریب قریب یکساں لذت میں ہوتی ہیں۔ کیپ آف گڈ ہوپ کے بیج عمدہ ہوتے ہیں۔

اسکی کاشت کی ترکیب وہی ہے جو کرم کلے کی ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اسکے لئے زیادہ جگہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کو نزدیک لگاتے ہیں۔

قریباً چھ ہفتہ یا دو ماہ میں کھانے کے قابل تیار ہو جاتی ہیں اور چونکہ ولایتی ترکاریوں میں سب سے پہلے تیار ہو جاتی ہے اس لئے رغبت کے ساتھ لوگ اسے پسند کرتے ہیں۔ اگر عرصہ تک کیاری میں رکھی جائے اور جلد نہ اکھاڑی جائے تو سخت اور بدمزہ ہو جاتی ہے گانٹھ گوبھی کا بالائی حصہ بہت ملائم

ہوتا ہے۔ نارنگی کے برابر جب ہوتی ہے تو نہایت لذیذ ہوتی ہے۔
پہاڑی علاقوں میں اس کی کاشت مثل کرم کلا کے کیجاتی ہے۔

شلجم

یہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک سفید اور دوسرا زرد۔ اور ان دونوں کی بہت قسمیں ہوتی ہیں۔ ہندوستان میں شلجم عمدہ قسم کا ہوتا ہے لیکن بمبئی بنگال اور کلکتہ میں جو شلجم ہوتا ہے اس میں تلخی اور تیزی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہاں کے مقابلہ میں بہت اچھا ہوتا ہے۔ اس لئے چپٹے ہوجانے والے شلجم کاشت کرنے کے لئے زیادہ موزوں ہوتے ہیں۔ اول تو جلد تیار ہوجاتے ہیں۔ اور دوسرے ملایم ہوتے ہیں۔

"وہائٹ اسٹون"

"ارلی ڈچ" اقسام سے بہتر دوسرا شلجم نہیں ہوتا۔ اگر بیج عمدہ قسم کے ہوں اور دیسی ہوں تو ولایتی سے بہتر ہوتے ہیں ولایتی بیج علاوہ دیر میں تیار ہونے کے ایک خرابی یہ ہے کہ ان پر کیڑے بہت دوڑتے ہیں۔ اس کی فصل جاڑے میں ہوتی ہے۔

رائی

رائی کی کاشت میں کسی خاص ہدایت و ترکیب کی ضرورت نہیں ہوتی
اسکے بیج چھٹکواں اور بہت گھنے ایک چھوٹی کیاری میں بوئے جاتے ہیں. اکتوبر
سے لے کر جاڑے کے موسم میں پھر جب ضرورت ہو اسکو بویا جاتا ہے تین چار
روز کے اندر پتے نکل آتے ہیں اور سلاد میں کھانے کے قابل تیار ہو جاتے ہیں
اگر بیج حاصل کرنا ہو تو آغاز موسم سرما میں چند پودے اس کام کے لئے مخصوص
کر دیئے جائیں گرمی کا موسم آتے آتے بیج خوب پختہ ہو کر تیار ہو جائیں گے
پہاڑی علاقوں میں فروری سے ستمبر تک تخم ریزی کیجاتی ہے۔

سی کیل

ہندوستان کے میدانی علاقوں میں اس کی کاشت کامیابی کے ساتھ ہوتی
ہے اس کا بیج بہت چھوٹا ہوتا ہے اور مثل مٹر کے اس کے اوپر ایک خاردار
چھلکا ہوتا ہے ایک ماہ یا بعض اوقات اس سے زائد عرصہ تک زمین پر پڑا رہتا ہے
بعد ازاں اسکے چھلکے میں ملائمت آتی ہے۔ تب بیج پھوٹتا ہے۔ بونے سے پہلے نیم گرم

پانی میں دس بارہ گھنٹہ تک رکھا جائے تو کسی قدر نرم پڑجاتے ہیں اور اکھوے
پھوٹ آتے ہیں۔ مینے اکتوبر میں بو کر اس کے درخت تیار کئے ہیں۔ مثل چقندر
کے دبیز پتیاں ہوئیں اور دیکھنے میں زوردار اور بلا کسی مرض کے معلوم ہوتی تھیں۔
لیکن درخت زیادہ بڑا نہ ہوا اور شروع گرمی میں ضائع ہوگیا۔
فروری سے ستمبر تک پہاڑی ممالک میں اس کی کاشت کی جاتی ہے

مولی

یہ دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک لانبی اور پتلی جڑ والی اور دوسری
موٹی جڑ کی مثل شلجم کے۔
قسم اول زیادہ ملائم ہوتی ہے اور قسم دوم کی کاشت میں زیادہ احتیاط اور
خبرگیری کی ضرورت نہیں ہوتی۔
اگر وسط اکتوبر کے قبل مولی کے بیج بو دیئے جائیں تو جو مولی پیدا ہوتی ہے
وہ سخت اور بدمزہ اور چرپری ہوتی ہے۔ وسط اکتوبر سے پہلے اس کی کاشت
کرنا گویا بیج کو ضائع کرنا ہے۔ اگر زمین سخت ہو تو قبل تخم ریزی کے مناسب ہے کہ
لکڑی کی راکھ ملا کر ہلکی کر لیجئے۔ اور یہ بھی خیال رکھا جائے کہ تھوڑے عرصہ کی کھاد
پڑی ہوئی ہو۔ اگر کیاری پر خفیف سایہ کسی درخت وغیرہ کا پڑتا ہو تو بہت اچھا ہے

بیج چھٹکواں بوئے جائیں تو آسانی ہے۔ لیکن انگریزی باغبانوں کی رائے ہے
کہ قطاروں میں بیج بوئے جائیں تو اچھا ہے۔ قطاروں کا باہمی فاصلہ تین تین
چار چار انچ کا ہونا چاہیے اور درمیان کی دوری کے درخت اکھاڑ دیئے جائیں
اور بقیہ درخت رہنے دیئے جائیں۔ عموماً تین دن کے اندر بیج پھوٹ آتے ہیں
اور ایک ماہ کے بعد اکھاڑنے کے لائق مولی پیدا ہو جاتی ہے۔
اس لئے اگر لگاتار فصلیں حاصل کرنی ہیں تو دس۔ دس یا پندرہ۔ پندرہ روز کے
وقفہ سے تخم ریزی کی جائے کپتان ورسن صاحب کی رائے ہے کہ گول شلجم نما
مولی کے چھوٹے پودے ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ بخوبی لگائے جاسکتے ہیں
بشرطیکہ زیادہ بڑے نہ ہو گئے ہوں تو مولی بہت عمدہ پیدا ہوتی ہے۔ قد میں بڑی
ذائقہ میں نفیس اور دانت کے نیچے کراری معلوم ہوتی ہے۔ زمانہ بالیدگی میں
مولی کی خوب آبپاشی کرنا چاہیے اور جب زمین ذرا بھی خشک ہو چلے اور ڈھیلے
بندھنے لگیں تو کھرپے سے گوڑائی کر دینا چاہیے۔ ایک قسم کی مولی بہت بھاری
اور موٹی ہوتی ہے اس قسم کی مولی دیگر ممالک میں علاوہ ہندوستان کے نہیں
ہوتی۔ ہندوستانی لوگ موسم سرما میں اسے بہت شوق سے کھاتے ہیں یہ
مولی بہت ملائم اور کراری ہوتی ہے۔ لیکن وہ لذت جو ولایتی مولی میں ہوتی ہے نام کو بھی
اس میں نہیں ہوتی۔
دیسی مولیوں کی ایک اور لمبی قسم ہوتی ہے۔ اسکی کاشت تھوڑے ہی زمانہ

سے شروع ہوئی ہے اسکی جڑ عجب قسم کی ہوتی ہے اور اسی کے لئے مشہور بھی ہے بعض اوقات ایک ایک گز لانبی دیکھی جاتی ہے۔ تخم ریزی کے بعد چھوٹے پودوں کو اگر گھنے ہوں تو اس طرح اکھاڑ لیا جائے کہ باہمی فاصلہ ڈیڑھ ڈیڑھ فیٹ سے کم نہ ہو۔

پہاڑی علاقوں میں اگر لگاتار فصل حاصل کرنا ہے تو دو ہفتہ کے وقفہ سے مارچ سے ستمبر تک تخم ریزی کرنا چاہئے۔ فقط۔

تمت بالخیر